Web Site
www.Muhaddis.net

حافظ عبدالرحمن مدنی

ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلّہ

محدث

جولائی ۲۰۰۱ء

250

- کیا اسلام اور مغرب میں 'تہذیبی تصادم' ناگزیر ہے؟
- اسلام کے خلاف مغربی ہتھکنڈے .....
- پاکستان کی بقا صرف **اسلام** میں ہے!

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL PAKISTAN

مجلس التحقیق الاسلامی

ماہنامہ محدث کا اجمالی تعارف

مدیر اعلیٰ: حافظ عبدالرحمٰن مدنی مدیر: ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ماہنامہ محدث کی ابتداء انڈیا سے نکلنے والے ایک رسالے کی ہی ارتقائی شکل ہے۔جامعہ رحمانیہ دہلی سے نکلنے والا ایک رسالہ جس کا نام محدث ہی تھا اسی کو پروان چڑھاتے ہوئے تقسیم ہند کے بعد دوبارہ ماہنامہ محدث کے ہی نام سے پاکستان میں عظیم اسکالر حافظ عبدالرحمٰن مدنی نے اس کا اجراء کیا اور 1979 سے لے کر اب تک کامیابی وکامرانی سے شائع ہو رہا ہے۔اور محدث کی علمی پہچان کے حوالے سے اتنا ہی کافی ہے کہ ماہنامہ محدث ہر صاحب علم وفضل کی ضرورت بن چکا ہے کیونکہ اس کے مضامین جدید فکر کے حامل اور ملحدانہ افکار کے لیے تلوار بے نیام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اجرائے محدث کے مقاصد

عناد اور تعصب سے بالاتر ہو کر اسلام کی ابدی تعلیمات کو فروغ دینا

دین اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع کرنا

قوانین ومسائل اسلامیہ کو نرم کر کے اسلامی روح کو کمزور کرنے والے عناصر کی بیخ کنی کرنا

علوم جدیدہ سے بہرہ ور کر کے انسانی افکار کو ارتقاء تک لے جانا

اتباع قرآن وسنت کی طرف والہانہ دعوت دینا

وحدت امت کو قائم رکھتے ہوئے سلف صالحین کے متفقہ فہم کا پرچار کرنا

اور

صحابہ،تابعین،محدثین اور تمام آئمہ کرام سے محبت کے جذبات کو پروان چڑھانا اس علمی وفکری مجلّے کا شعار ہے یقینی طور پر ماہنامہ محدث علمی،تحقیقی،معلوماتی اور انتہائی شائستہ زبان رکھنے والے مضامین کا ایک حسین امتزاج ہے

اہم اعلان

معزز قارئین کرام! کتاب وسنت ڈاٹ کام پر آن لائن مطالعہ اور ڈاؤن لوڈنگ کے لیے مہیا کیے جانے والے تمام یونی کوڈ رسائل وجرائد چونکہ سوفٹ وئیر کی مدد سے ان پیج سے یونی کوڈ میں تبدیل کیے جاتے ہیں لہذا ان میں اغلاط کا امکان بہرحال موجود ہے۔یونی کوڈ فارمیٹ میں مہیا کرنے کا بنیادی مقصد سرچنگ میں سہولت پیدا کرنا ہے۔لہذا آپ سے التماس ہے کہ برائے مہربانی غلطیوں سے محفوظ مواد کے حصول کے لیے پی ڈی ایف (PDF) فارمیٹ میں موجود فائلز کو ڈاؤن لوڈ کیجیے۔نیز نوٹ فرمالیں کہ پی ڈی ایف (PDF) اور (Word) فائلز میں کسی بھی قسم کے اختلاف کی صورت میں ہمارے نزدیک (PDF) فائلز کو ترجیح ہوگی۔

گھر بیٹھے محدث وصول کیجئے

معزز قارئین کرام! گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کے لیے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں:

فی شمارہ:20روپے **زرسالانہ:200روپے** **بیرون ملک:20ڈالرسالانہ**

بذریعہ منی آرڈر/بینک ڈرافٹ 200روپے بھیج کر سال بھر کے لیے گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی وتحقیقی مضامین سے استفادہ کریں

ایڈریس: ماہنامہ محدث 99 جے بلاک، ماڈل ٹاؤن، لاہور 54700

فون نمبرز:042-5866476,5866396,0321-4340803

نوٹ: برائے مہربانی ویب سائٹ کے ذریعے محدث آرڈر کرنے والے احباب ویب سائٹ کا حوالہ ضرور لکھیں۔شکریہ

مزید تفصیلات کے لیے webmaster@KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

www.Mohaddis.com

magazine.mohaddis.com

ملت اسلامیہ کا علمی و اصلاحی مجلہ

ماہنامہ

محدث

لاہور

حافظ عبدالرحمن مدنی
مدیر اعلیٰ

حافظ حسن مدنی
مدیر

فہرست مضامین

فکر و نظر

اسلام اور مغرب میں تہذیبی تصادم ناگزیر ہے؟ — ڈاکٹر محمد امین — ۲

کتاب و حکمت

قرآنِ مجید کے حقوق اور تفسیر سورۃ العصر — مولانا عبدالغفار حسن — ۱۲

دار الإفتاء

حاملہ کی عدت، مشروط وقف، روزہ میں ٹیکہ لگوانا — حافظ ثناء اللہ مدنی — ۲۸

اسلام اور مغرب

اسلام کے خلاف مغربی ہتھکنڈے — ابراہیم ابوخالد — ۳۳
اکیسویں صدی اور امت مسلمہ — فرانسس روبنسن — ۴۵

اسلام اور سیکولرزم

پاکستان کی بقا 'اسلام' میں ہے! — محمد عطاء اللہ صدیقی — ۵۵

اخبار الجامعة

ششماہی امتحانات کے نتائج اور آئندہ پروگرام — مرزا عمران حیدر — ۷۰

جلد ۳۳ / شمارہ ۷
ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ
جولائی ۲۰۰۱ء

زرسالانہ ۲۰۰ روپے
فی شمارہ ۲۰ روپے

بیرون ممالک
زرسالانہ ۱۵ ڈالر
فی شمارہ ۲ ڈالر

Monthly MUHADDIS A/c No: 984
UBL - Model Town Crossing, Lahore

دفتر کا پتہ
۹۹ جے، ماڈل ٹاؤن
لاہور 54700
Ph: 5866476, 5866396, 58394
Email: hhasan@wol.net.pk

محدث کتاب و سنت کی روشنی میں آزادانہ بحث و تحقیق کا حامی ہے ادارہ کا مضمون نگار حضرات سے کلی اتفاق ضروری نہیں!

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL

Publisher: Hafiz Abdul Rahman Mad
Printer: Shirkat Printing Press, Laho

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فکر ونظر

ڈاکٹر محمد امین☆

کیا اسلام اور مغرب میں تہذیبی تصادم ناگزیر ہے؟

کچھ عرصہ پہلے ہمیں لاہور میں ایک یورپین نومسلم سکالر ڈاکٹر مراد ولفرڈ ہوف مین صاحب کا لیکچر سننے کا موقع ملا تھا جس کا عنوان ''اکیسویں صدی میں تہذیبوں کا تصادم'' تھا۔ لیکچر بلاشبہ عالمانہ تھا لیکن اس کے باوجود ہمارا تاثر یہ تھا کہ موصوف کا لہجہ، اسلامی حوالے سے، مدافعانہ بلکہ مصلحت کوشانہ ہے۔ اب ان کے لیکچرز شائع ہوکر آئے ہیں تو اس تاثر کو مزید تقویت پہنچی ہے۔ (۱)

ڈاکٹر صاحب موصوف کی رائے کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلامی تہذیب دوسری تہذیبوں (خصوصاً مغربی تہذیب) سے الگ اور منفرد کوئی مستقل بالذات تہذیب نہیں کیونکہ سب انسانی تہذیبوں میں باہم اخذ واستفادہ کی وجہ سے بہت سے نکات مشترک ہیں۔ پھر مختلف خطوں کے اسلامی ممالک کی اپنی اپنی تہذیبیں ہیں، اس لئے ہارورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر سموئیل ہنٹنگٹن اور ان کے ہم نوا دوسرے دانشوروں کی اس رائے میں کوئی وزن نہیں کہ اکیسویں صدی میں اگر کوئی بین الاقوامی سطح کا تصادم ہوا تو وہ مغربی اور اسلامی تہذیب کے درمیان ہوگا۔

ہم ڈاکٹر ہوف مین صاحب کی اس 'نیک خواہش' کی قدر کرتے ہیں (جو ان کی تقریر میں تو نہیں البتہ 'بین السطور' موجود ہے) کہ وہ اسلام کو مغربی تہذیب کے ساتھ کسی ممکنہ تصادم سے بچانا چاہتے ہیں اور غالباً یہ نہیں چاہتے کہ طاقتور مغرب اپنی ساری قوت اور لاؤلشکر سمیت مسلمانوں کے خلاف اٹھ کھڑا ہو لیکن سچی بات یہ ہے کہ اس کے لئے انہوں نے جو نظریہ پیش کیا ہے، وہ نہایت کمزور ہے، مزید یہ کہ خود مسلمانوں میں معروف اور ان کے نزدیک مستند اسلامی تعلیمات کے بھی خلاف ہے۔

یہ کہنا کہ اسلامی تہذیب کوئی منفرد اور دوسری تہذیبوں سے الگ کوئی مستقل بالذات تہذیب نہیں، ایک بالکل کمزور بات ہے۔ آخر تہذیب کی اساس 'فکر' کے سوا کیا ہوتی ہے؟ اب اگر اسلامی فکر دوسرے افکار و اَدیان سے مختلف اور منفرد نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ کو نیا پیغمبر بھیجنے اور ایک نئی اُمت کھڑی کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ یہ صحیح ہے کہ ہم مسلمان تسلیم کرتے ہیں کہ اسلام کوئی نیا مذہب نہیں اور یہ کہ محمد رسول اللہ ﷺ پر اترنے والا دین اسی 'اسلام' کا آخری ایڈیشن ہے جو پہلے انبیا علیہم السلام پر اتارا گیا تھا لیکن اگر پہلے

☆ سینئر ایڈیٹر: ''اردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ'' جامعہ پنجاب لاہور

www.KitaboSunnat.com

magazine.mohaddis.com

سے بچا کھچا دین قابل اصلاح ہوتا تو اللہ تعالیٰ نئی شریعت نہ اُتارتے اور نہ پچھلے اَدیان☆ کو منسوخ کرتے۔ لہٰذا ہر مسلمان یہ ایمان رکھتا ہے کہ جس دین کو وہ مانتا ہے صرف وہی صحیح ہے اور وہ دوسروں سے ممتاز اور منفرد ہے اور اپنی ایک مستقل حیثیت رکھتا ہے اور وہ زندگی کے سارے معاملات میں ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ اس عقیدے کا لازمی اور منطقی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس اسلامی فکر کی بنیاد پر جو تہذیب وجود میں آئے وہ دوسری غیر اسلامی تہذیبوں سے نہ صرف الگ، منفرد اور ممتاز ہو بلکہ اپنا مستقل بالذات وجود بھی رکھے۔

ڈاکٹر ہوف مین کو اسلامی تہذیب کو ایک منفرد اور مستقل بالذات تہذیب ماننے میں ایک اور الجھن جو پیش آئی، وہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک اس وقت مسلم ممالک کے تمدنی مظاہر میں خاصا اختلاف ہے اور ہر ملک کے اسلامی تمدن نے اپنے اپنے علاقے کے قدیم تمدن کا خاصا حصہ اپنے اندر جذب کیا ہوا ہے لہٰذا سارے مسلمانوں کی ایک متفقہ 'اسلامی تہذیب' کہاں سے وجود میں آسکتی ہے؟[۲] اس مغالطے کا سبب دراصل تہذیب اور تمدن کے فرق کو نہ سمجھنا ہے جس میں بدقسمتی سے بہت سے عالم اور عامی مبتلا ہیں.

'تہذیب' نام ہے ان اجتماعی رویوں کا جو کسی سوسائٹی کے تصورِ انسان، تصورِ کائنات اور تصورِ خدا سے وجود میں آتے ہیں اور تمدن نام ہے ان فروعی مظاہر کا جو ان رویوں کی تفصیلی صورت گری کرتے ہیں جیسے ایک عمارت کی تعمیر میں اس کا مقصد، عمارت کا نقشہ، طرزِ تعمیر، عمارت کا مقصدِ تعمیر کے مناسب ہونا، یہ سب گویا تہذیب ہیں اور اس عمارت کا رنگ و روغن، نقش و نگار اور زینت و آرائش اس کا تمدن ہیں۔[۳]

اس کو ایک عام فہم مثال کے ذریعے مزید یوں سمجھئے کہ لباس کا ساتر ہونا، اِسراف سے پاک ہونا، پہننے والے کی مالی حیثیت کے مطابق ہونا، سادہ و پاک صاف ہونا، غیر ضروری آرائش و تکلّفات سے مبرا ہونا، موسمی ضروریات کے مطابق ہونا وغیرہ اسلامی تہذیب ہے۔ اب اگر ان اصولوں کے مطابق ایک امریکی مسلمان پتلون، سعودی مسلمان عبا، پاکستانی شلوار اور ہندوستانی پاجامہ پہنتا ہے تو یہ مختلف تمدنی مظاہر ہیں اور ایک مشترک اسلامی تہذیب کی نفی نہیں کرتے۔

اگرچہ ڈاکٹر ہوف مین صاحب کی تقاریر میں کئی اور اہم نکات بھی قابل تنقیح ہیں لیکن ہم ان پر اس مختصر تبصرے پر کفایت کرتے ہوئے اب پروفیسر ہنٹنگٹن کے تہذیبی تصادم کے نظریے کا ایک جائزہ لینا چاہتے ہیں:

☆ دین اگر شریعت کے معنی میں ہو تو پہلی شریعتوں کا نسخ معروف ہے اور یہ کہنا درست ہے کہ محمد ﷺ نے پچھلی تمام شریعتیں منسوخ کردیں لیکن اگر دین سے مراد اساسی فکر و عقیدہ ہے تو وہ تمام انبیاء کا ایک ہی دین ہے۔ حدیث میں ہے کہ انبیاء آپس میں علاتی (جن کا باپ ایک اور مائیں مختلف ہوتی ہیں) بھائی ہیں۔ اسی طرح آپ نے نبوت کو ایک عمارت سے تشبیہ دے کر خود کو اس کی آخری اینٹ قرار دیا لہٰذا اس اعتبار سے آپ پہلے انبیا کے سلسلہ ہی کی ایک کڑی ہیں اور قرآنِ کریم میں بھی آپ کو ان کی اقتدا کا حکم ملا ہے ﴿فبهداهم اقتده﴾ (الانعام:۹۰) (محدث)

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

پروفیسر ہنٹنگٹن نے اپنی تالیف 'تہذیبوں کا تصادم' میں یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ متعدد وجوہ کی بنا پر اکیسویں صدی میں اگر کوئی بین الاقوامی سطح کا تصادم ہوا تو وہ اسلامی اور مغربی تہذیب میں ہوگا۔ اس کے جواز میں اس نے چار وجوہ پیش کی ہیں جن میں سرفہرست یہ ہے کہ مسلمان ایک انتہا پسند قوم ہیں اور مغرب کے ساتھ محاربت کا ایک طویل پس منظر رکھتے ہیں اور جس طرح وہ اب اپنی فوجی قوت میں بتدریج اضافہ کر رہے ہیں اور اپنی تہذیب کو غالب کرنے کے لئے کوشاں ہیں، اس سے مغربی تہذیب کے ساتھ اس کے تصادم کا خطرہ بڑھ رہا ہے۔(۴) دیگر وجوہ میں اس نے چین کے ساتھ بڑھتے ہوئے امریکی اختلافات، چین مسلم گٹھ جوڑ اور یورپ میں عیسائیت اور قدامت پسندی کے درمیان بڑھتے ہوئے فاصلے کو شامل کیا ہے، تاہم اس مقالے میں ہم صرف اس کی پہلی شق ہی پر گفتگو کریں گے جس کا تعلق اسلامی اور مغربی تہذیب کے درمیان تصادم سے ہے۔

پروفیسر ہنٹنگٹن کا رویہ عموماً غیر جذباتی ہے اور اس نے جس طرح اپنے دلائل کو اَعداد و شمار سے مزین کیا ہے، سچ یہ ہے کہ وہ مرعوب کن اور متاثر کن ہے اور اہل مغرب کے لئے یقیناً فکر وعمل کی ایک بنیاد مہیا کرتا ہے اور مغرب خصوصاً امریکہ کے پالیسی ساز یقیناً اسے سامنے رکھیں گے، گو وہ پہلے بھی اس پہلو کو فراموش کئے ہوئے نہیں تھے۔ لیکن اگر ہم بنظر غائر پروفیسر ہنٹنگٹن کے پیش کردہ 'حقائق' اور 'اَعداوشمار' کا جائزہ لیں تو ان کا بودا پن اور غیر معروضی پن نمایاں ہوجاتا ہے۔ مثلاً وہ کہتا ہے کہ مسلم ممالک کا فوجی بجٹ برابر بڑھ رہا ہے جبکہ عیسائی ممالک کا فوجی بجٹ کم ہو رہا ہے، اس کے لئے وہ مندرجہ ذیل اَعداد و شمار پیش کرتا ہے(۵)

ملک	فوجی بجٹ (بلین امریکی ڈالر)		خریداسلحہ (بلین امریکی ڈالر)	
	۱۹۹۴ء	۱۹۹۸ء	۱۹۸۵ء	۱۹۹۵ء
۱۔امریکہ	۳۴۲٫۳	۲۲۲٫۳	بحری جنگی جہاز	۲۵	۵
			لڑاکا ہوائی جہاز	۹۴۳	۱۲۷
			ٹینک	۷۲۰	.....
			میزائل	۴۸	۱۸

	۱۹۸۵ء	۱۹۹۳ء
۲۔نیٹو	۵۳۹٫۶	۴۸۵٫۰
۳۔مشرقی ایشیا	۸۹٫۸	۱۳۴٫۰

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اب یہ اعداد وشمار اگر صحیح بھی ہوں تو اس نے ان کے صرف ایک پہلو کو نمایاں کیا ہے کہ مسلم ممالک کا بجٹ بڑھ اور غیر مسلم ممالک کا بجٹ کم ہو رہا ہے اور دوسرے بہت سے پہلوؤں سے صرفِ نظر کرلیا ہے مثلاً یہ کہ امریکہ و یورپ کا دفاعی بجٹ مسلم ممالک کے دفاعی بجٹ کے مقابلے میں پہلے ہی اتنا زیادہ ہے کہ انہیں مزید اضافے کی ضرورت ہی نہیں۔ دیکھئے اس سلسلہ میں تازہ ترین اَعداد وشمار (۶)

ملک	دفاعی بجٹ (امریکی بلین ڈالر میں)		
امریکہ	۲۹۳ء۳	برطانیہ	۳۴ء۵
فرانس	۲۷ء۰	روس	۲۹ء۰
پاکستان	۳ء۳	ایران	۷ء۵
عراق	۱ء۴		

امریکہ و یورپ اور مسلم ممالک کے دفاعی بجٹ کے درمیان جو ہوشربا فرق ہے اس سے صرفِ نظر کیسے کیا جاسکتا ہے؟ اس کے ساتھ ہی یہ بھی ملحوظ رہے کہ امریکہ کی آبادی پاکستان سے محض دگنی ہے جبکہ برطانیہ اور فرانس کی آبادی پاکستان سے آدھی بھی نہیں اور ان کی سلامتی کو کوئی خطرات بھی لاحق نہیں، اس کے باوجود ان کا دفاعی بجٹ بہت زیادہ ہے۔ حالت یہ ہے کہ اگر سارے مسلم ممالک کا دفاعی بجٹ جمع کردیا جائے تو وہ صرف امریکہ کے بجٹ کے پاسنگ بھی نہیں بنتا لیکن پروفیسر ہنٹنگٹن اس حقیقت سے صرفِ نظر کرکے آگے بڑھ جاتا ہے۔

پروفیسر ہنٹنگٹن نے اس پہلو کو بھی نظر انداز کردیا ہے کہ آخر کیا وجہ ہے کہ مسلم ممالک کا بجٹ بڑھ رہا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بیشتر مسلم ممالک کو اپنی سلامتی کا مسئلہ درپیش ہے، وہ فوجی بجٹ نہ بڑھائیں تو کیا اپنی آزادی سے ہاتھ دھوئیں؟ پاکستان کی مثال لیجئے، ہمارے بجٹ کا ایک بڑا حصہ دفاع پر اُٹھ جاتا ہے لیکن ہم اس کے لئے مجبور ہیں کیونکہ 'مغرب' نے کشمیر کا مسئلہ ہمیں تحفے میں دیا ہے اور ہندو جیسا ظالم اور مکار دشمن ہمارے سر پر بیٹھا ہے اور ہمارے مقابلے میں اسے اسرائیل، امریکہ اور یورپ کی پشت پناہی حاصل ہے۔ اگر ہم اپنے دفاع سے غافل ہوجائیں تو وہ ہمیں آسانی سے نوالہ تر سمجھ کر نگل لے گا۔ لہٰذا ہم اپنے وجود کی سلامتی کے لئے اپنا پیٹ کاٹ کر فوجی بجٹ بڑھانے پر مجبور ہیں۔

فوجی اِخراجات کے حوالے سے پروفیسر ہنٹنگٹن نے جو اَعداد وشمار (سطورِ بالا میں) پیش کئے ہیں وہ روایتی ہتھیاروں کے ہیں۔ اگر وہ ایٹمی ہتھیاروں کے اَعداد وشمار پیش کرتا تو ہتھیاروں کی تعداد میں عیسائی اور مسلم ممالک کا فیصلہ کن فرق مزید واضح ہوجاتا اور اس کی دلیل کے غبارے سے ہوا نکل جاتی۔ ملاحظہ کیجئے یہ اَعداد وشمار جو ایک مستند مغربی ذریعے سے لئے گئے ہیں: (۷)

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

ملک	تعداد 'وار ہیڈز'	میزائل رینج
امریکہ	۱۲,۰۷۰	۱۳,۰۰۰ کلومیٹر
برطانیہ	۳۸۰	۱۲,۰۰۰
فرانس	۵۰۰	۳,۳۰۰
روس	۲۲,۵۰۰	۱۱,۰۰۰
اسرائیل	۴۶ تا ۱۱۲	۹۳۰
بھارت	۶۵	۲,۵۰۰
پاکستان	۱۵ تا ۲۵	۱,۰۰۰

اب دیکھئے کیا حیثیت ہے پچاس سے زیادہ مسلم ممالک میں سے صرف ایک پاکستان کے پندرہ ایٹم بموں کی، غیر مسلم دنیا کے پینتیس ہزار ایٹم بموں کے مقابلے میں؟ اور کیا وزن رہ جاتا ہے مغرب کے 'اسلامی بم' کے زہریلے پراپیگنڈے کا اور کیا وزن رہ جاتا ہے ہنٹنگٹن کی اس دلیل کا کہ مسلمانوں کا فوجی بجٹ بڑھ رہا ہے اور عیسائی ممالک کا بجٹ کم ہو رہا ہے؟

ہم پروفیسر ہنٹنگٹن کے اَعداد وشمار پر مبنی حقائق کی نقاب کشائی کے لئے صرف ایک مثال اور دیں گے، وہ کہتا ہے کہ ۱۹۲۸ء سے لے کر ۱۹۷۹ء تک دنیا میں کل ۱۴۲ تصادم ہوئے جن میں سے ۷۶ تصادموں میں مسلمان ملوث تھے۔[۸] اس سے گویا یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ مسلمان جنگجو اور تصادم پسند قوم ہیں لیکن پروفیسر ہنٹنگٹن کی معروضیت اسے اس امر پر آمادہ نہیں کرتی کہ وہ یہ دیکھے کہ مسلمان اگر تصادموں میں ملوث تھے تو اس کی وجہ کیا تھی؟..... ہم انہیں بتاتے ہیں کہ اس عرصے میں مسلمان مغربی استعمار سے جان چھڑانے کی جدوجہد کر رہے تھے اور پرامن کوششوں کی ناکامی کے بعد ہتھیار اٹھانے پر مجبور ہوگئے تھے۔ انہوں نے الجزائر میں مزاحمت کی، وہ فلسطین میں لڑتے رہے، وہ مراکش میں لڑے، وہ تیونس میں مسلح جدوجہد کرتے رہے، انہوں نے انڈونیشیا میں بھی ہتھیار اٹھائے لیکن اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ غلامی کا جوا اپنے کندھوں سے اتار پھینکنا چاہتے تھے۔

اب آزادی، جمہوریت، عدل اور بنیادی حقوق کے علمبردار مغربی دانشور ہمیں بتائیں کہ اس تصادم کا ذمہ دار کون تھا؟ وہ مغربی ممالک جنہوں نے مسلمانوں کے علاقوں پر بندوق کے زور پر قبضہ کیا، مردوں کو غلام بنایا، عورتوں کی عصمت دری کی، مالی وسائل کو لوٹا یا وہ مظلوم مسلمان جو اپنی عزت، آزادی اور بنیادی حقوق کے لئے لڑ رہے تھے؟..... حقیقت یہ ہے کہ ہنٹنگٹن کے اعداد وشمار محض تحقیق کی شعبدہ بازی ہیں، ان کا معروضیت اور زمینی حقائق سے کوئی تعلق نہیں!!

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

یہاں سوچنے اور سمجھنے کی بات یہ ہے کہ اگر ہارورڈ جیسی دانش گاہ کے پروفیسر ہنٹنگٹن کے دلائل اور اَعداد وشمار کے اَنبار سے وہ کچھ ثابت نہیں ہوتا جو وہ کرنا چاہ رہا ہے تو وہ اصل عوامل کون سے ہیں جو اس کے تہذیبی تصادم کے نظریے کے پس پردہ کارفرما ہیں؟ مغرب اور مسلم دنیا کے ساتھ اس کے روابط کے مطالعے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ہنٹنگٹن کے تہذیبی تصادم کے نظریے کے پیچھے دراصل مندرجہ ذیل عوامل کارفرما ہیں:

(۱) دانشوری، تحقیق اور معروضیت اکثر مستشرقین کی اوپری اور دکھاوے کی تہہ ہوتی ہے۔ اس تہہ کے اندر جو کچھ پوشیدہ ہے وہ اسلام اور مسلمانوں کے لئے نفرت اور انتقام کی دبی ہوئی آگ ہے جو روپ بدل بدل کر سامنے آتی رہتی ہے۔ یہ صلیبی جنگوں کے زمانے کی پھیلائی ہوئی نفرت اور زہریلے پروپیگنڈے کا تسلسل ہے جسے دوسروں کے علاوہ صہیونی اپنے مفادات کے لئے آج بھی جاری رکھے ہوئے ہیں[۹]۔ اور یہ صرف ہماری رائے نہیں خود بعض انصاف پسند مستشرقین بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں چنانچہ ایڈورڈ سعید کہتا ہے کہ ''تحریکِ استشراق کے دو رخ ہیں: ایک ظاہری اور دوسرا خفیہ اور اس کے خفیہ مقاصد [جن میں اسلام دشمنی محرک سرفہرست ہے] آج بھی وہی ہیں جو پہلے دن تھے۔''[۱۰]

اسی طرح ممتاز دانشور فرانسسکو جبرئیلی یہ تسلیم کرتا ہے کہ ''پرانی دشمنی عہدِ جدید میں بھی جاری وساری ہے۔''[۱۱] انسائیکلو پیڈیا آف اسلام، لائیڈن (طبع دوم) کے مقالہ نگار سیرت کے حوالے سے یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اسلام اور حضور اکرم ﷺ کے بارے میں جو کچھ ماضی میں یورپ میں لکھا جاتا رہا ہے وہ نفرت، دشمنی، حقارت اور مبالغے پر مبنی تھا اور آج بھی اس کے اثرات متوارث چلے آرہے ہیں۔[۱۲]

دیگر بہت سے انصاف پسند مستشرقین نے بھی یہ بات تسلیم کی ہے اور ان میں سے بعض نے اس پر باقاعدہ معذرت بھی کی اور اس کی مذمت بھی کی ہے۔ ان میں ڈاکٹر ہنری سٹب، ریلان، پیری بائل، بولین ویلرز، الیگزینڈر روس، ایڈورڈ گبن، پرسیوال، رینان، گوئٹے، کارلائل، درمنگھم، جے سی آرچر، باستھ اسمتھ، ارنسٹ بارکر، سودرن، پروفیسر گب، پروفیسر اے جی آربری اور ٹائن بی جیسے لوگ شامل ہیں۔[۱۳]

(۲) مغرب اور خصوصاً امریکہ، جو اس وقت مغربی تہذیب کا نمائندہ اور لیڈر ہے، مغربی تہذیب کو قوت کے بل پر ساری دنیا (خصوصاً اسلامی ممالک) میں پھیلانے اور غالب کرنے کے لئے کوشاں ہے اور ایسا وہ عرصے سے کر رہا ہے اور جمہوریت، آزادی، بنیادی حقوق، عدل، غیر جانبداری، آزادئ رائے اور دوسروں کی خودمختاری کے تحفظ کے دعوؤں بلکہ ان کا چمپئن ہونے کے باوجود کر رہا ہے اور اس کے لئے ہر قسم کے ناجائز ہتھکنڈوں بلکہ قتل وغارت گری اور ظلم وجبر سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ ہم اگر اپنی طرف سے

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

کچھ کہیں گے تو شائد اسے معروضیت کے خلاف سمجھا جائے گا، اس لئے ہم اپنے پاس سے کچھ کہنے کی بجائے موقر مغربی رسالے 'ٹائم' کی گواہی پیش کرتے ہیں۔ مسلم ملک انڈونیشیا کے بارے میں اس رسالے نے اپنے ایک شمارے میں پوری تفصیل سے ان اقدامات سے پردہ اٹھایا ہے کہ کس طرح امریکی سی آئی اے نے سوئیکارنو کو ہٹانے کے لئے فحش اور ظالمانہ اقدامات کئے۔ ٹائم لکھتا ہے کہ (۱۴)

''پہلے سی آئی اے نے صدر سوئیکارنو کے ماسک بنوائے۔ انہیں پہنا کر ہالی وڈ کے جنسی اداکاروں سے سوئیکارنو کی 'مفروضہ' عیاشی کی ننگی فلمیں اور فوٹو بنوائے اور انہیں انڈونیشیا میں پھیلایا گیا۔ اس کے باوجود سوئیکارنو حکومت غیر مستحکم نہ ہوئی تو اس کے خلاف ۱۹۵۸ء میں جونیئر افسروں سے بغاوت کروائی گئی اور ان کی مدد کیلئے بی ۲۶ بمبار طیارے بھجوائے گئے۔ اس کے نتیجے میں جب ایک امریکی جہاز مار گرایا گیا اور اس کا پائلٹ زندہ پکڑا گیا تو اس وقت کے سی آئی اے کے چیف ایلن ڈیولز نے بامر مجبوری لڑاکا جہازوں کو واپس بلا لیا۔ سوئیکارنو کے خلاف سی آئی اے کی سازشیں جاری رہیں یہاں تک کہ ۱۹۶۵ء میں اسے کامیابی ہوئی جب سوئیکارنو کے خلاف بغاوت میں ہزاروں آدمی مارے گئے۔ انڈونیشی کمیونسٹ پارٹی تباہ کردی گئی اور سوئیکارنو کو معزول کردیا گیا۔''

مسلم ممالک میں مداخلت، وہاں اپنی مرضی کی حکومت قائم کرنے اور بالجبر اپنی تہذیب و اقدار کو وہاں رائج کرنے کی امریکی جدوجہد کی یہ صرف ایک مثال ہے، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ امریکہ سب مسلم ممالک میں یہی کچھ کر رہا ہے۔ جہاں تک عربوں کے خلاف اسرائیل کی مدد، عربوں کو باہم لڑا کر ان کے تیل کے ذخیروں پر قبضہ، ایران اور افغانستان پر مسلح حملہ جیسے واقعات کا تعلق ہے تو ہم سب اس کے عینی شاہد ہیں۔ اسی طرح تعلیم، اطلاعاتی پالیسی، فیملی پلاننگ اور انفارمیشن ٹیکنالوجی میں ترقی کے نام پر، ہماری آنکھوں دیکھتے اس وقت بھی مسلم ممالک کے خاندانی نظام اور ان کی معاشرتی اَقدار کو تباہ کیا جارہا ہے اور ان پر مغربی تہذیب کے معاشرتی تصورات زبردستی ٹھونسے جارہے ہیں۔

(۳) امریکہ اور مغرب کے معاشی اور سیاسی مفادات یہ ہیں کہ مسلم ممالک دَبے رہیں، عدمِ استحکام اور معاشی زبوں حالی کا شکار رہیں۔ اکثر مسلم ممالک کی معیشت کو ورلڈ بنک، آئی ایم ایف اور ایسے ہی دوسرے مالیاتی اداروں کے ذریعے قرضے دلا کر اور ان کی معاشی پالیسیوں کو کنٹرول کر کے مسلم عوام کو نانِ جویں سے محروم رکھا جارہا ہے۔ آج بھی مسلم ممالک کے خام مال کی بڑی مقدار (جیسے عربوں کا تیل، پاکستان کی کاٹن، بنگلہ دیش کا پٹ سن وغیرہ) مغرب کی فیکٹریوں کے پہیے چالو رکھے ہوئے ہے اور جواب میں ان مسلم ممالک کو کیا برآمد کیا جاتا ہے:..... پرانا اسلحہ، کاریں اور سامانِ تعیش۔

اکثر مسلم ممالک کے سیاسی نظام میں براہِ راست مداخلت کی جاتی ہے، سیاسی جماعتوں کو فنڈز دیئے جاتے ہیں، جمہوریت کے نام پر عدمِ استحکام پیدا کیا جاتا، مختلف طبقات کو آپس میں لڑایا جاتا ہے اور ایسے

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

حالات پیدا کردیئے جاتے ہیں کہ صرف ایسا شخص برسراقتدار آسکے جو ان کی مرضی پر چلے اور ان کی مرضی کی پالیسیاں بنائے۔ یہ سب کچھ اس لئے کیا جاتا ہے کہ عیسائی مغرب کے معاشی اور سیاسی مفادات کا تقاضا یہ ہے کہ مسلم ممالک سیاسی اور معاشی لحاظ سے ان کے زیردست اور محتاج رہیں۔

(۴) مغرب کو داخلی یکجہتی کے لئے ایک 'دشمن' درکار ہے۔ یہ قوموں کی ایک نفسیاتی، نظریاتی اور سیاسی ضرورت ہوتی ہے۔ پرانے زمانے کے دانشور کہا کرتے تھے کہ ہر وقت کچھ کیا کرو، کوئی کام نہ ہو تو اپنے کپڑے پھاڑ کر دوبارہ سینا شروع کردو۔ موجودہ ماہرین نفسیات بھی یہی کہتے ہیں کہ مصروف رہنا انسانی صحت کے لئے ناگزیر ہے۔ پاکستان میں بھی بعض سیاسی بزرجمہر یہ سمجھتے ہیں کہ ہندوستان دشمنی کا رویہ ہماری داخلی یکجہتی کے لئے مفید ہے، لہٰذا اسے جاری رکھنا چاہئے۔ اس تناظر میں دیکھئے تو کمیونسٹ روس مغرب کا دشمن تھا تو سارا کاروبارِ حیات بخوبی چل رہا تھا، لمبی چوڑی دفاعی تیاریوں کا جواز تھا، سیٹو سینٹو اور نیٹو کی ضرورت تھی اور ایک بھرپور سرد جنگ ہر وقت جاری رہتی تھی جو کہیں کہیں گرم جنگ میں بدل جاتی تھی۔ اب روس اور کمیونزم کی ہزیمت کے بعد امریکہ واحد سپر پاور رہ گیا ہے اور اس کے مدمقابل کوئی دشمن نہیں ہے اور اس کی نفسیاتی ضرورت یہ ہے کہ اگر اس کا کوئی دشمن نہیں ہے تو ایک دشمن تخلیق کیا جائے۔ چنانچہ زیادہ آسانی سے جو دشمن تخلیق کیا جاسکتا ہے وہ مسلم دنیا ہے کیونکہ یہ مغرب کی عوامی اور مذہبی ذہنیت اور پس پردہ یہودی مفادات کی ضروریات کے عین مطابق ہے۔

(۵) یہاں ممکن ہے کسی ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ اگر واحد سپر پاور امریکہ کو ایک مدمقابل دشمن کی تلاش ہی ہے تو بھی قرعہ فال مسلم دنیا کے نام ہی کیوں نکلے؟ یہ دشمن کوئی اور بھی تو ہوسکتا ہے، آخر مسلمان ہی کیوں؟ اس کا ایک جواب تو اوپر ذکر ہو چکا۔ ایک دوسرے پہلو سے اس کا جواب دینے کے لئے ہم آپ کو اُردو زبان کا ایک زبان زد عام لطیفہ سناتے ہیں۔ ایک ہندو اور مسلمان آپس میں لڑ پڑے۔ اتفاق یہ کہ ہندو نوجوان ہٹا کٹا تھا اور مسلمان سوءِ اتفاق سے دھان پان سا تھا۔ ہندو نے جوشِ غضب میں آکر مسلمان کو چت گرا لیا اور اس کے سینے پر چڑھ بیٹھا لیکن کچھ دیر بعد وہ از خود ہی رونے لگا۔ قریب سے گزرتے ہوئے ایک آدمی نے اسے تعجب سے دیکھا اور کہا: میاں! تم نے تو اسے گرایا ہوا ہے، پھر روتے کیوں ہو؟ بنیا کہنے لگا: رو اس لئے رہا ہوں کہ جب یہ نیچے سے اٹھے گا تو مجھے مارے گا!!

یہی حال امریکہ اور مغرب کا ہے۔ اس نے مسلمانوں کے ساتھ اتنا ظلم کیا ہے، اتنی زیادتیاں کی ہیں کہ اسے صاف نظر آرہا ہے کہ جب بھی مسلمان اس کے نیچے سے اٹھیں گے تو وہ اسے ماریں گے۔ تو اس میں قصور کمزور، مجبور، مظلوم اور مقہور مسلمانوں کا نہیں ہے بلکہ یہ تو ظالم کا ظلم ہے جو اسے اندر سے ڈرا رہا ہے کہ مظلوم جب اٹھ کھڑا ہوگا تو وہ بدلہ لے گا۔ لہٰذا پوری کوشش سے اسے دباؤ رکھو، اسے اٹھنے ہی نہ دو

www.KitaboSunnat.com

magazine.mohaddis.com

اور اس کے جنگ و جدل کے مصنوعی قصے گھڑ گھڑ کے سناتے رہو تا کہ رائے عامہ اس کو دشمن سمجھتی رہے، اس سے نفرت کرتی رہے اور تہذیبی وقومی غلبے کی اس جدوجہد میں ان (مغربی حکمرانوں) کا ساتھ دے۔

جہاں تک مزعومہ تہذیبی تصادم میں مسلمانوں کے کردار کا سوال ہے تو حقیقت یہ ہے کہ موجودہ حالات میں کوئی صحیح دماغ مسلمان کسی تہذیبی تصادم کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ مسلمان تو اپنے تہذیبی اُصولوں پر خود کاربند نہیں، وہ اسے کیا برآمد کریں گے؟ انہیں تو اپنی بقا اور سلامتی کا مسئلہ درپیش ہے۔ وہ تو ابھی سیاسی استحکام کے متلاشی ہیں، وہ تو مسلم عوام کی دو وقت کی روٹی کے لئے فکرمند ہیں، انہیں تو ابھی اپنے مسائل سے نمٹنے کی فرصت نہیں، وہ کسی اور کو کیا چیلنج کریں گے اور کسی کے لئے کیا خطرہ بنیں گے؟[۱۵] مغرب اس کا خطرہ اگر محسوس کرتا ہے تو وہ اپنے رویوں پر خود نظرثانی کرے۔ مغرب اگر عالم اسلام سے اچھے اور دوستانہ روابط استوار کرلے، اگر وہ ان کے خلاف سازشیں کرنا چھوڑ دے، ان کے داخلی معاملات میں مداخلت ترک کردے اور ان کے مسائل حل کرنے میں ان کے ساتھ تعاون کرے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ عالم اسلام کے دل نہ جیت لے اور اپنے اس طرزِ عمل کے نتیجے میں جب وہ خود کو مسلمانوں کا سچا خیرخواہ اور مخلص دوست ثابت کردے گا تو وہ بھی جواباً اس سے محبت اور دوستی کریں گے اور پھر مغربی دانشوروں اور حکمرانوں کو یہ واہمے بھی نہیں ستائیں گے کہ مسلمان ان کے دشمن ہیں اور کل کلاں ان کے مدمقابل آسکتے ہیں۔ کاش مغربی دانشور اور حکمران اس پہلو سے بھی معاملے پر غور کرسکیں!!

مصادر و مراجع

۱۔ سہ ماہی 'مغرب اور اسلام' شمارہ جولائی، دسمبر ۲۰۰۰ء، انسٹیٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز، اسلام آباد

۲۔ سہ ماہی 'مغرب اور اسلام' ص: ۲۵

۳۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامی تہذیب اور اس کے اصول و مبادی، ص: ۷، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۲ء

4. Porf. Samuel P.Huntington, Clash of Civilization, P258, Simon & Schuster, New York, 1996.

5. Clash of Civilization, P89-90

6. The Military Balance 2000-2001, The International Institute for Strategic Studies, London, S.V. Relevant Countries.

7. Time, May, 25, 1998.

8. Clash of Civilization, P-258

۹۔ عبدالرشید ارشد، آخری صلیبی جنگ، النور ٹرسٹ، جوہر آباد، ۲۰۰۰ء

10. Edward Saeed, Orientalism, P-203, New York, 1978.

۱۱۔ نجیب العقیقی، المستشرقون، ج ۱ ص ۳۹۴، دارالمعارف، القاہرہ، ۱۹۶۴ء

12. Encyclopaedia of Islam (2nd Edition) Leiden, S. V. Muhammad (PBUH)

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

۱۳۔ تفصیل کے لئے دیکھئے اردو دائرہ معارف اسلامیہ، درتکملہ بذیل مادہ ''استشراق وسیرت نگاری''

14. Time, August, 23-30, 1974.

۱۵۔ مقالے میں ہم نے جو اسلامی نقطہ نظر پیش کیا ہے اس کے تفصیلی مطالعے کے لئے دیکھئے :

1. Paul Findley, They Dare to Speak Out, Lawrence Hill & Co. USA, 1987,
(اردو ترجمہ بعنوان شکنجہ یہود از سعید رومی، صفہ پبلشرز، لاہور ۱۹۹۹ء بھی دستیاب ہے)
2. Gai Eaton, Islam and the Destiny of Man, Suhail Academy, Lahore, 1977.
3. H.A.R Gibb, Studies on the Civilization of Islam, Islamic Book Service,Lhr '87
4. Shaukat Ali, Dimensions and Dilemmas of Islamist Movements, Sang-e- Meel Publications, Lahore, 1998.
5. Iqbal S.Hussain, Islam and Western Civilization, Adbistan, Lahore,2000.
6. John L. Esposito,The Islamic Threat, Myth or Reality, New York, 1992.
7. Dr. S.Hossein Nasr, Traditional Islam in the Modern World, NewYork,1987.
8. Ideals and Realities of Islam, Suhail Academy, Lahore, 1994.
9. Mohammad Mohaddesin, Islamic Fundamentalism, The New Global Threat, Washingtion D.C, 1993.
10. Benrard Lewis, Roots of Moslim Rage, New York, 1997.

۱۱۔ عباس محمود العقاد، حقائق الاسلام واباطیل خصومہ، القاہرہ، ۱۹۸۲ء ۱۲۔ سید قطب، السلام العالمی والاسلام، القاہرہ، ۱۹۹۱

ایک صدمہ جانکاہ: اسلامک ہیومن رائٹس فورم کے رکن، ممتاز کالم نگار صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی ۱۲ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ بمطابق ۴ جون ۲۰۰۱ء کو طویل علالت کے بعد وفات پاگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

مرحوم بلند پایہ صحافی، عظیم دانشور اور صاحب طرز ادیب تھے۔ روزنامہ نوائے وقت میں 'قلم برداشتہ' اور روزنامہ انصاف میں 'الہدیٰ' کے نام سے آپ کے کالم میں نہ صرف قارئین بطورِ خاص دلچسپی لیتے بلکہ ان کے انتظار میں رہتے۔

فکر امروز، وحدت ملی، روحِ تصوف، اسلوبِ سیاست، عطریات، روحِ انقلاب، فکر اسلامی کتابوں کے علاوہ آپ کے کالموں کا مجموعہ 'قلم برداشتہ' اور 'الہدیٰ' آپ کی زندگی میں شائع ہوکر قارئین سے داد وصول کر چکا ہے۔ آپ کا شمار ان صحافیوں / دانشوروں میں ہوتا تھا جن کی وفات پر ان کی یاد میں ریکارڈ توڑ ریفرنسز اور مضامین مجلّات وجرائد میں شائع ہوئے اور ان کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔ ان تعزیتی کالموں کا مجموعہ ''خورشید گیلانی، نگہ بلند، سخن دلنواز، جان پرسوز'' کے نام سے چند دن قبل خزینہ علم وادب نے شائع بھی کردیا ہے جو ہاتھوں ہاتھ نکل رہا ہے۔

جناب خورشید گیلانی کی تحریر وتقریر کی خوبیاں اپنی جگہ لیکن آپ کا فکری اعتدال اور روشن نظری آپ کو ہم عصر دانشوروں میں ممتاز کرتی ہے۔ مرحوم کا ادارۂ محدث سے تعلق ایک عشرے سے بھی طویل ہے، ادارہ کے زیر اہتمام بہت سی مجالس میں آپ میزبانی کے فرائض انجام دیتے۔ اُمت کا درد آپ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، کینسر کے مرض جس میں آپ کی وفات ہوئی، نے آپ کی ہمتیں پست کرنے کی بجائے آپ کو امت کے لئے کچھ کرنے کی مہمیز دی اور آپ نے دورِ مرض میں بڑے یادگار کالم تحریر کئے۔ 'محدث' کے رفیق جناب محمد عطاء اللہ صدیقی نے آپ کی حیات کے آخری دنوں اہل قلم حضرات کی آپ سے بے اعتنائی کا نوحہ ایک کالم بعنوان ''ڈوبتے خورشید کا نوحہ!'' میں بڑے دردبھرے انداز میں کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے خاص مقربین میں شامل فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، آپ کی وفات سے اُمت ایک مخلص اور راست فکر صحافی سے محروم ہوگئی۔ آپ کی تحریریں عرصہ آپ کی یاد دلاتی رہیں گی، قارئین سے آپ کے بلندیٔ درجات کے لئے دعا کی درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی لغزشوں کو معاف فرمائے، آمین! (ادارۂ 'محدث')

www.KitaboSunnat.com

magazine.mohaddis.com

کتاب وحکمت درس: مولانا عبدالغفار حسن

قرآن مجید کے حقوق اور سورۃ العصر کی تفسیر

﴿وَالْعَصْرِ، إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ، اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾ (سورۃ العصر)

''زمانہ کی قسم! بلاشبہ انسان گھاٹے میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے اور ایک دوسرے کو حق کی تلقین اور صبر کی تلقین کرتے ہیں۔''

سورۃ العصر اور اسی جیسی چھوٹی چھوٹی سورتیں عام طور پر نمازوں میں پڑھی جاتی ہیں۔ لیکن پڑھنے اور سننے والوں کو معلوم نہیں ہوتا کہ ان کا مطلب کیا ہے، ان کا ترجمہ کیا ہے اور ان کے ہم سے تقاضے کیا ہیں؟ حلال کیا ہے؟ حرام کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کو کیا کام پسند ہیں اور کیا ناپسند؟..... خاص سورۃ العصر ہی کیا پورا قرآن مجید ہم پڑھتے رہتے ہیں لیکن اسے سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔

قرآن مجید کے حقوق

قرآنِ مجید کا پہلا حق یہ ہے کہ اسے ٹھہر ٹھہر کر اطمینان کے ساتھ پڑھا جائے۔ رمضان میں آپ جب تراویح میں قرآنِ مجید سنتے ہیں تو بہت سے حافظ اسے اس طرح پڑھتے ہیں کہ صرف آیت کے آخری الفاظ ہی سننے میں آتے ہیں اور کچھ خبر نہیں ہوتی کہ کیا پڑھا گیا۔ حالانکہ قرآنِ مجید میں ہے: ﴿وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيْلاً﴾ ''کہ آپ قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر، اطمینان کے ساتھ پڑھئے'' اور دوسری آیت میں فرمایا: ﴿وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلاً﴾

''ہم نے اس قرآن مجید کو اتارا کہ آپ اسے ٹھہر ٹھہر کر اطمینان سے پڑھیں۔'' (الاسراء:۱۰۶)

(۱) یہ قرآن کا پہلا حق ہے۔ اس کے ادب اور احترام کا تقاضا ہے کہ اسے انتہائی عاجزی اور انتہائی خشوع وخضوع کے ساتھ یہ سمجھ کر پڑھا جائے کہ یہ ربّ العٰلمین اور احکم الحاکمین کا کلام ہے۔ اس ہستی کا کلام ہے جس کے قبضہ میں آسمان و زمین ہیں اور جو ساری کائنات کا خالق و مالک ہے۔ اس کے کلام کو پڑھتے ہوئے آدمی کے جسم پر لرزہ اور کپکپی طاری ہوجانی چاہئے، نہ کہ یہ کیفیت ہو کہ آدمی قرآنِ مجید پڑھے اور اسے معلوم ہی نہ ہو کہ کیا پڑھا ہے۔ پھر آپ نے یہ بھی دیکھا ہوگا کہ قاری حضرات خصوصاً مصری قاری جب قرآن مجید پڑھتے ہیں تو لوگ اس طرح داد دیتے ہیں اور بعض اوقات تالیاں بجاتے ہیں جیسے مشاعرہ ہو رہا ہو۔ حالانکہ قرآن مجید سننے کے بعد دل کانپ اُٹھنے چاہئیں، ڈر جانے چاہئیں جیسا

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

کہ سورۃ انفال میں فرمایا: ﴿اَلَّذِيْنَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ﴾ (آیت۲)

''اور جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں، اور جب ان پر اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔''

لیکن جب آپ اسے سن کر داد دیں گے، تالیاں بجائیں گے، جس طرح شعراء کو داد دی جاتی ہے۔ جب آپ اسے مشاعرہ بنا دیں گے تو ظاہر ہے کہ یہ ایمان بڑھے گا کہاں، گھٹ جائے گا☆۔ تو قرآن مجید کا پہلا حق یہ ہوا کہ اسے اطمینان سے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا جائے۔ چاہے آپ اسے تراویح میں پڑھیں یا ویسے ہی تلاوت کریں، بہرحال جلد بازی سے پرہیز کیا جائے۔

(۲) قرآنِ مجید کا صرف پڑھ لینا ہی کافی نہیں بلکہ ہم پر اور تمام مسلمانوں پر اس کا دوسرا حق یہ ہے کہ اسے سمجھا جائے اور دیکھا جائے کہ اس کے ہم سے تقاضے کیا ہیں؟ وہ ہم سے کیا مطالبہ کرتا ہے؟ جیسا کہ فرمایا ﴿كِتٰبٌ أَنْزَلْنٰهُ إِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُوا الْأَلْبَابِ﴾ (سورۃ ص: ۲۹)

''ہم نے برکت والی کتاب اس لئے اُتاری ہے کہ اس سے عقل والے لوگ نصیحت حاصل کریں اور اس کی آیات میں تدبر اور غور وفکر کریں۔''

تاکہ انہیں معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سا کام پسندیدہ ہے اور کون سا ناپسندیدہ ہے، کیا چیز حلال ہے اور کیا حرام ہے؟ یہ ساری باتیں قرآن مجید سے معلوم ہوتی ہیں۔ انہیں معلوم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اسے سمجھ کر پڑھا جائے، اسی لئے ایک اور آیت میں فرمایا:

﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ أَقْفَالُهَا﴾ (سورۃ محمد: ۲۴)

''کیا وہ قرآن مجید میں غور نہیں کرتے؟ کیا ان کے دلوں پر قفل چڑھے ہوئے ہیں۔''

قرآن مجید بار بار اس بات پر زور دیتا ہے کہ اسے سمجھا جائے۔ قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے عربی زبان کو سیکھا جائے ورنہ ترجمہ سے اس کو سمجھا جائے۔ بہرحال اس کا علم حاصل کرنا، اس کو سمجھنا اور سمجھانا یہ

☆ قرآن کریم کی تلاوت میں وقار اور سنجیدگی ملحوظ رہنی چاہئے، نہ صرف تلاوت کرنے والے کو بلکہ سننے والوں کو بھی۔ جہاں تک اس معاملہ کا تعلق ہے جو مصری محافل قراءت کی صورت میں ہمارے ہاں دَر آیا ہے کہ لوگ آیات کی تلاوت کے بعد 'اللہ'، 'اللہ' یا سبحان اللہ کے الفاظ سے داد دیتے ہیں تو سامعین کے لئے اونچی آواز سے اس امر کی شریعتِ مطہرہ سے گنجائش نہیں ملتی کیونکہ اکثر لوگ ترجمہ قرآن سے بھی جاہل ہوتے ہیں۔ عذاب یا تخویف والی آیات پر بھی پناہ مانگنے کی بجائے اللہ اللہ پکارنا شروع کر دیتے ہیں جس کا یہ کوئی محل نہیں۔

البتہ پسندیدہ امور کے جواب میں اللہ اکبر کہنے کی گنجائش اس طرح نکل سکتی ہے، کہ بعض آیاتِ رحمت یا عذاب کے جواب میں مناسب حال جملے کہے جائیں لیکن یہ سب وقار کی حدود میں رہتے ہوئے کسی شور کے بغیر ہی ہونا چاہئے اور اسے مستقل رواج بھی نہیں بنانا چاہئے کہ کہیں سنت ہی تصور نہ ہونے لگیں۔ واللہ اعلم ملاحظہ ہو تیسیر العلام شرح عمدۃ الاحکام ۱۳۶/۲، التکبیر فی العیدین اور مجموع فتاویٰ شیخ ابن باز: ۳۴۲/۹) (حسن مدنی)

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

قرآن مجید کا ہم پر دوسرا حق ہے۔

(۳) جب قرآنِ مجید کو سمجھ لیا تو اس کا تیسرا حق ہم پر یہ ہے کہ اس پر عمل کیا جائے۔ ہمارے تمام فیصلے قرآن مجید کے مطابق ہوں اور قرآن مجید کی اس تفسیر کی روشنی میں ہوں جو رسول اکرم ﷺ نے کی ہے۔ اس لئے کہ حدیث وسنت قرآن مجید کی تفسیر ہے۔ رسول اکرم ﷺ پر قرآنِ مجید نازل ہوا تو جس طرح آپ ﷺ نے اس کا مطلب بیان فرمایا ہے اور اس کی جو تفسیر بیان فرمائی ہے یا آپؐ کے صحابہ نے آپؐ سے سن کر آگے بیان کیا ہے، وہی تفسیر درست اور قابل عمل ہے اور درحقیقت اسی کا اہتمام ہونا چاہئے، اسی کو جاننے اور اسی کے حصول کے لئے ہماری کوششیں وقف ہونی چاہئیں۔ سورۂ نساء میں فرمایا:

﴿اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰكَ اللّٰهُ﴾ (آیت:۱۰۵)

''بے شک ہم نے تیری طرف کتاب حق کے ساتھ اُتاری ہے (اس میں باطل کی کوئی آمیزش نہیں ہے۔ ساری کتاب حق ہی حق ہے) تاکہ آپ لوگوں کے درمیان ان احکام کی روشنی میں فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلائے ہیں۔''

سورۃ حم سجدہ میں فرمایا: ﴿لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ﴾ (آیت:۴۲) ''یہ اللہ کی کتاب ہے، اس کے نہ آگے سے باطل آسکتا ہے، نہ پیچھے سے، اس لئے کہ اس ہستی کی طرف سے نازل کی گئی ہے جو حکمت والی اور لائق ستائش ذات ہے۔'' جب یہ کتاب حق کے ساتھ اُتاری گئی ہے، اس میں حق ہی حق ہے، سچ اور صداقت ہیتو پھر ایک مسلمان کے لئے کیسے جائز ہوسکتا ہے کہ وہ اس کتاب کو پڑھے لیکن اس پر عمل نہ کرے؟ قرآنِ مجید جس چیز کو حلال ٹھہرائے، اسے حرام سمجھے اور جسے حرام قرار دے، اسے حلال ٹھہرائے۔ اس لئے قرآنِ مجید کا تیسرا حق ہم پر یہ ہے کہ اس پر عمل کیا جائے۔

پہلا حق تو یہ ہوا کہ انسان اسے ٹھہر ٹھہر کر اطمینان سے پڑھے۔ لیکن اس سے بھی پہلے ایمان بالقرآن ہے یعنی قرآن مجید پر ایمان لایا جائے۔ اس بات پر ایمان لایا جائے کہ یہ اللہ کی کتاب ہے اور بڑی عظمت والی ہے۔ زبان سے تو ایمان سب ہی لاتے ہیں۔ لیکن دل سے ایمان لانا بھیمطلوب ہے۔ تو قرآن کا ہم پر پہلا حق ہوا: اس پر دل سے ایمان لانا۔ دوسرا ٹھہر ٹھہر کر تلاوتِ قرآن، تیسرا حق ہے اس کو سمجھنا، اس پر تدبر کرنا اور چوتھا حق اس پر عمل کرنا اور اپنے تمام جھگڑوں اور نزاعات میں اس کو 'حَکَم' اور جج ماننا۔ قرآن حکیم کے ادب اور اس کے احترام کا یہ تقاضا ہے کہ جب آپ نے اس کو سمجھ لیا، اس پر عمل کرلیا تو یہ قرآن حکیم بہت بڑی نعمت ہے پھر اس نعمت کو دوسروں تک بھی پہنچایا جائے۔ فرمایا: ﴿وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾ (سورۃ نحل:۴۴) ''ہم نے آپ کی طرف ذکر کو نازل کیا (قرآن مجید کا ایک نام 'ذکر' بھی ہے) تاکہ آپ اسے دوسروں تک

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

پہنچائیں، دوسروں کے سامنے کھول کھول کر بیان کریں جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے، اور تاکہ وہ غور وفکر کریں۔''

قرآن کریم کے نزول کا اصل مقصد

لیکن افسوس کہ قرآن مجید سے روز بروز ہمارا تعلق کٹتا جارہا ہے۔ ہم قرآن مجید کے حقوق کو بھولتے جارہے ہیں۔ اب تو قرآن کے ساتھ ہمارا تعلق صرف اتنا رہ گیا ہے کہ اسے عدالتوں میں حلف اٹھانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، حلف چاہے سچا ہو یا جھوٹا۔ یا پھر چور پکڑنے کے لئے قرآنِ مجید کی آیات کو دیکھا جاتا ہے۔ کہیں سفر پر جارہے ہوں تو جانے رنہ جانے کے لئے اس سے فال نکالی جاتی ہے یا پھر اس سے تعویذ گنڈے کئے جاتے ہیں۔ نزلہ، زکام، کھانسی، بخار اور دوسرے ظاہری و باطنی امراض کے لئے تعویذ گنڈے دیئے جاتے ہیں جن کی باقاعدہ فیس مقرر ہے۔ پیروں فقیروں کا کاروبار خوب چل رہا ہے۔ کوئی تعویذ پانچ روپے کا ہے، کوئی دس کا، کوئی بیس کا۔ ہر چیز کی قیمتوں کے ساتھ تعویذوں کی قیمتیں بھی روز بروز بڑھتی جارہی ہیں۔

لوگوں نے قرآنِ مجید پر اس قسم کی کتابیں بھی لکھ ڈالی ہیں کہ اس کی فلاں آیت کی فلاں خاصیت ہے، اور فلاں کی فلاں!.....اس سے انکار تو نہیں کہ قرآن مجید سے ظاہری امراض کو بھی شفا نصیب ہوتی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنَ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (سورۃ بنی اسرائیل: ۸۲) ''ہم قرآن میں ایسی آیتیں اُتارتے ہیں جن میں شفا ہے'' لیکن شفا کس چیز کی؟ اصل شفا اس بات کی ہے کہ ہمارے دلوں کی جو بیماریاں اور روگ ہیں، وہ دور ہوں۔ اس لئے فرمایا: ﴿يٰأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (سورۃ یونس: ۵۷) ''اے لوگو! تمہارے پاس ربّ کی طرف سے نصیحت آ گئی اور اس میں شفا ہے، سینوں کی بیماریوں کا علاج ہے، اور یہ مؤمنوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔''

سینے میں دل ہوتا ہے، اس لئے دل میں جو کھوٹ اور غلط میلانات ہیں، غلط محبتیں، غلط نفرتیں، غلط خواہشات اور غلط عقیدے ہیں، ان کو مٹانے اور ان کی اصلاح کے لئے قرآن مجید کو نازل کیا گیا ہے۔ سینوں اور دلوں میں جو بیماریاں ہیں ان کے لئے قرآن 'شفا' ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ قرآن کریم پڑھنے سے نزلہ نہیں جائے گا، سر کا درد نہیں جائے گا، سر کا درد اور نزلہ بھی جاسکتا ہے لیکن کہنے کا مقصود یہ ہے کہ قرآن مجید کے نزول کا اصل مقصد یہ نہیں ہے۔

اس کی مثال یوں سمجھئے کہ 'ٹوپی' جو سر پر رکھنے کے لئے ہوتی ہے۔ لیکن اگر آپ بازار گئے اور آپ نے دیکھا کہ لیموں بک رہے ہیں، آپ نے لیموں خریدے۔ پاس کوئی تھیلا نہیں تھا، آپ نے وہ لیموں ٹوپی میں ڈال لئے۔ اب دیکھئے اس سے آپ کا کام تو چل گیا لیکن ظاہر ہے کہ ٹوپی سر پر رکھنے کے لئے

www.KitaboSunnat.com

magazine.mohaddis.com

بنائی گئی ہے، لیموں رکھنے کے لئے تو نہیں۔

یا 'توپ' کی مثال لیجئے اس کے بنانے کا مقصد تو یہ ہے کہ اس کے استعمال سے دشمن کو ختم کیا جائے۔ آپ اگر اس سے مچھر اور مکھی مارنا چاہیں گے تو وہ مرتو جائیں گے، لیکن ظاہر ہے کہ توپ مچھر اور مکھی مارنے کے لئے تو نہیں بنائی گئی۔ اس کا مقصد تو یہ ہے کہ ایک مسلمان مجاہد اسے اسلام کے دشمنوں کے خلاف استعمال کرے۔

اسی طرح قرآن حکیم تعویذ گنڈوں کے لئے نازل نہیں کیا گیا۔ جاہلوں میں یہ چیز عام ہے۔ پھر جہاں تعویذ گنڈے ہوتے ہیں وہاں عورتوں کا زیادہ ہجوم ہوتا ہے۔ کسی کو بچے کی طلب ہے، کسی کا کوئی اور مقصد ہے۔ ایک عورت جاتی ہے اور پیر صاحب سے کہتی ہے کہ مجھے ایسا تعویذ دو کہ میری بہو ٹھیک ہوجائے، اور میری تابع ہوجائے۔ دوسری جاتی ہے اور کہتی ہے کہ اس کو ایسا تعویذ دیا جائے کہ اس کا شوہر اپنی ماں سے متنفر ہوکر اس کا غلام بن جائے۔ ایسے اُلٹے سیدھے تعویذ بھی قرآن سے بنا لئے جاتے ہیں۔

بعض پیر نقوش بنا کر دیتے ہیں جیسے نقش سلیمانی۔ اس طرح قرآن مجید کی آیات کو ایک کھیل بنا لیا گیا ہے۔ کوئی بیمار ہو، سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کردو، اللہ شفا دینے والا ہے، اس سے انکار نہیں ہے لیکن اس کو سمجھو تو سہی۔ اس کے علاوہ قرآن مجید ایصالِ ثواب کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے، جس کا عام رواج ہے۔ مردوں کو ثواب پہنچانے کے لئے پڑھا جاتا ہے، خواہ اس نے پوری عمر قرآن نہ پڑھا ہو اور کھول کر بھی دیکھنے کی توفیق نہ ہوئی ہو، مگر مرنے کے بعد اس کے لئے قرآن خوانی ضرور ہوگی۔

میں کہتا ہوں کہ قرآن خوانی کے ساتھ قرآن دانی بھی ضروری ہے۔ اب قرآن خوانی تو ہوتی ہے، قرآن دانی نہیں ہوتی۔ ابھی ہمارے ایک عزیز کا انتقال ہوا، وہاں پر ہم گئے۔ ایک صاحب نے کہا کہ مرحوم کے لئے گیارہ قرآن ختم کئے گئے۔ میں نے کہا کہ گیارہ قرآن تو ختم کر لئے مگر قرآن میں اُترا ہے: ﴿اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ﴾ تو اس پر بھی عمل ہوا کہ نہیں؟ تو معلوم ہوا کہ قرآنِ مجید ختم کرنے والے ۱۰۰/۱ افراد میں سے بمشکل گیارہ آدمی نماز پڑھنے والے ہوں گے۔ تو یہ قرآن مجید بس مردوں کو ثواب پہنچانے کے لئے رہ گیا ہے، زندوں کا اس سے کوئی واسطہ نہیں۔ موت والے دن، 'سوئم' میں، دسویں اور چالیسویں میں اسے پڑھ دو، برسی کے موقع پر اسے پڑھ دو اور بس معاملہ ختم۔ حالانکہ قرآنِ مجید کے نزول کا مقصد تو یہ تھا کہ اس کو سمجھ کر پڑھا جائے، اس کی تعلیمات پر عمل کیا جائے، زندہ چلتے پھرتے انسانوں کے مردہ دلوں کو زندہ کیا جائے۔ ان کے اخلاق، عقیدے اور عمل کی اصلاح کی جائے، افسوس کہ اس مقصد کو فراموش کردیا گیا ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ نیا گھر بنایا جائے یا نئی دکان کھول لی جائے تو اس میں برکت کے لئے قرآن خوانی ہوتی ہے۔ لیکن دکان میں کاروبار کس طرح کا ہوگا، اس سے کسی کو کوئی غرض نہیں۔ بعض لوگ تو غضب کرتے ہیں۔ ایک صاحب نے شراب خانہ کھولا تو اس کے افتتاح کے موقع پر قرآنِ مجید کی تلاوت

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

کرادی حالانکہ وہاں تو یہ آیت صادق آتی ہے:

﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ (سورۃ المائدہ:۹۰)

''اے ایمان والو! یہ شراب اور جوا، یہ آستانے اور پانسے سب گندے شیطانی کام ہیں لہٰذا ان سے بچتے رہو تاکہ تم فلاح پاسکو۔''

اسی طرح رمضان المبارک، عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے مبارک ایام سے فحش فلموں کا سیناموں میں افتتاح کرنا بھی ہمارے ہاں روزمرہ کا معمول ہے۔ لوگوں نے قرآنِ مجید کا مذاق بنا رکھا ہے۔ یہاں پر اگر قوالی، کوئی مشاعرہ یا فلم ہوتی تو آپ دیکھتے کہ لوگوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگ جاتے، لیکن قرآنِ مجید کا بیان ہو، رسول اکرم ﷺ کی حدیث وسنت یا آپؐ کی سیرت کا بیان ہو تو بس دو چار اللہ کے بندے آجاتے ہیں۔ یہ ہمارا حال ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں آتا ہے کہ قیامت کے دن حضور اکرم ﷺ اپنی اُمت کے بارے میں یوں شکوہ کریں گے: ﴿وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا﴾ (سورۃ الفرقان:۳۰) ''رسول کہے گا: اے میرے پروردگار! میری قوم نے قرآن کو چھوڑ دیا تھا (اِس پر عمل کرنا ترک کردیا تھا)۔''

اب تو حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ لوگ بچوں کو ناظرۂ قرآن بھی نہیں پڑھاتے، حفظ کرانا تو بڑی بات ہے۔ لوگ سوچتے ہیں کون حفظ کرائے، حفظ کرانے میں چار سال لگیں گے۔ چار سال میں تو بچہ کہاں سے کہاں پہنچ جائے گا۔ میٹرک کرنے میں سولہ سال لگتے ہیں (یعنی سولہ سال کی عمر میں بچہ میٹرک پاس کرلیتا ہے) حفظ کرائیں گے تو کہیں بیس سال میں جا کر کرے گا۔ کچھ لوگوں نے تحقیق کی کہ کالجوں میں اخلاق وکردار کے لحاظ سے کون سے لڑکے اچھے ہوتے ہیں تو سروے کے بعد معلوم ہوا کہ جن لڑکوں نے بچپن میں قرآنِ مجید ناظرہ پڑھا تھا، کالج میں بھی وہ اخلاق وکردار کے لحاظ سے ممتاز تھے۔ یہ قرآن مجید کی برکت ہے۔ اگر سمجھ کر پڑھا جائے تو یہ بڑی بات ہے۔ لیکن اگر ناظرہ ہی پڑھ لیا جائے تو اس میں بھی برکت ہوتی ہے، اور انسان کا اپنے ربّ کے ساتھ کچھ نہ کچھ تعلق ہوجاتا ہے۔

یہ معاملہ اب گھٹتا جاتا ہے۔ پہلے بچے نہ صرف ناظرہ پڑھتے تھے، بلکہ حفظ کرتے تھے، انہیں اس کا شوق ہوتا تھا۔ اب وہ زمانہ لد گیا۔ اب نہ حفظ کا وہ چرچا ہے، نہ پہلے جیسے قرآن مجید پڑھنے والے ہیں۔ پہلے عورتیں تک قرآنِ مجید حفظ کرتی تھیں، وہ حافظہ ہوتی تھیں، ان میں باہم ایک دوسرے سے مقابلہ ہوتا تھا۔ اب مقابلہ اس کا نہیں ہوتا کہ اللہ کے دین کا کتنا علم حاصل کیا، قرآن کتنا پڑھا۔ اب مقابلہ کھیلوں کا ہوتا ہے۔ قرآن مجید کے ساتھ ہمارا یہ سلوک نہایت افسوسناک ہے!!

بعض لوگوں میں حفظِ قرآن بھی رواج اور فیشن کے طور پر چل نکلا ہے۔ حفظِ قرآن ایک قابل تعریف امر ہے لیکن حافظِ قرآن کا صرف حفظ پر اکتفا کرلینا اور قرآن کریم کے ترجمے اور دینی تعلیم وتربیت

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

کے حصول سے صرفِ نظر کرنے کا رویہ مناسب نہیں۔ ایسا حفظ جس پر نہ عمل کیا جائے اور نہ اس کو یاد رکھا جائے اور اس کے تقاضے پورے نہ کئے جائیں، روزِ قیامت وبالِ جاں ہوگا، اللہ تعالیٰ بچائے۔ حفظ قرآن دراصل ایک سیڑھی ہے جو اگر دینی تعلیم اور دینداری کی طرف لے جائے تو کیا کہنے، وگرنہ آج بعض حافظ قرآن فلموں میں اداکاری کرتے یا برے پیشے اپناتے بھی مل جائیں گے۔ ایسے حفظ قرآن کا کوئی فائدہ نہیں جو حافظ کو اسلام سے غافل کردے۔

تفسیر سورۃ العصر

قرآنِ مجید کے ساتھ ہمارا تعلق کیسے قائم ہو اور اس کو کس طرح ہم سمجھیں؟ اس سلسلہ میں، میں نے ابتداء میں سورۃ العصر پڑھی تھی جو نمازوں میں اکثر پڑھی جاتی ہے۔ دو سطروں میں لکھی جانے والی یہ سورت اتنی جامع ہے کہ گویا سمندر کوزے میں بند کردیا گیا ہے۔ الفاظ تھوڑے ہیں لیکن معانی ومطالب بہت وسیع ہیں۔ فرمایا: ﴿وَالْعَصْرِ﴾ ''قسم ہے زمانہ کی''۔ اللہ تعالیٰ نے زمانہ کو بطور گواہ کے پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کوئی قسم بیان فرماتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اسے گواہ بناتے ہیں۔ یعنی بعد میں جس بات کو بیان کرنا ہوتا ہے، اس کے لئے پہلے اپنی مخلوق میں سے کسی کو گواہ بنا لیتے ہیں، یعنی جو بات آگے بیان کی جارہی ہے، جو دعویٰ پیش کیا جارہا ہے۔ اس دعویٰ کی سچائی اور صداقت پر زمانہ گواہ ہے۔ شروع سے لے کر اب تک کی تاریخ گواہ ہے، قوموں کی تاریخ پڑھ جایئے تو معلوم ہوگا کہ تمام انسان گھاٹے میں ہیں مگر وہ جنہوں نے چار اصول اپنا لئے، جنہوں نے چار باتوں پر عمل کیا، وہ گھاٹے سے پاک ہوگئے۔ یہ گویا قرآن مجید کا دعویٰ ہے۔

عَصر کے معنی عربی زبان میں 'نچوڑنے' کے آتے ہیں۔ جیسا کہ سورۃ یوسف میں فرمایا: ﴿إِنِّي أَرَانِي أَعْصِرُ خَمْرًا﴾ (آیت:۳۶) ''میں دیکھ رہا ہوں کہ میں شراب نچوڑ رہا ہوں۔'' ع ص ر (عصر) اس کا معنی نچوڑنا ہوا۔ زمانہ کو عصر (نچوڑنا) سے تعبیر اس لئے کیا گیا ہے کہ جیسے عرق آپ نے نچوڑ لیا تو وہ واپس نہیں جاسکتا۔ اگر آپ لیموں کا عرق نچوڑ کر چاہیں کہ عرق پھر واپس لیموں میں چلا جائے تو یہ ناممکن ہے۔ سائنس نے اتنی ترقی کرلی ہے لیکن اب تک کوئی ایسی مشین ایجاد نہیں ہوئی جو گنے سے نکلے ہوئے رس کو واپس گنے میں ڈال دے اور گنا پھر تازہ ہوجائے۔ گنے کا رس گنے میں واپس نہیں جاسکتا، لیموں کا عرق دوبارہ لیموں میں واپس نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح زمانہ ہے کہ جو گذر گیا واپس نہیں آسکتا۔

زمانہ کو عصر اسی لئے کہتے ہیں کہ زمانہ گویا نچوڑا ہوا رَس ہے جو واپس نہیں آسکتا۔ اسی طرح بوڑھے آدمی کی جوانی واپس نہیں آسکتی۔ جو جوان ہیں، ان کا بچپن واپس نہیں آسکتا۔ جو گزر گیا، سو

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

گزر گیا۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

لیت الشباب یعود یومًا فاخبرہ بما فعل المشیب

''کاش! جوانی لوٹ آتی تو میں اسے بتاتا کہ بڑھاپے نے مجھ پر کیا ستم ڈھائے ہیں.....''

جھریاں پڑ گئی ہیں، دانت ٹوٹ گئے ہیں، معدہ خراب ہوگیا ہے، کھانا ہضم نہیں ہوتا، بری حالت ہوگئی ہے، مگر جوانی تو واپس نہیں آ سکتی، وہ کیسے واپس آئے گی۔ تو معلوم ہوا کہ گیا بچپن واپس نہیں آ سکتا، گئی جوانی واپس نہیں آ سکتی، ادھیڑ پن کی گئی عمر واپس نہیں آ سکتی، اسی طرح بڑھاپا آ گیا تو واپس نہیں جاتا۔

بڑھاپے کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک بڑھاپا تو وہ ہے جب انسان چل پھر سکتا ہے اور دوسرا بڑھاپا وہ ہے جب وہ صاحبِ فراش ہوجاتا ہے کہ بس پلنگ پر پڑا ہوا ہے، خدا اس سے بچائے!۔ حقیقت میں بڑھاپا بھی اللہ کی طرف سے آزمائش ہے۔ تو فرمایا ﴿وَالْعَصْرِ﴾ ''قسم ہے زمانہ کی!'' اِنَّ کا معنی ہے بے شک، جو تحقیق کے معنی میں آتا ہے۔ ﴿الانسان﴾ ال کے معنی یہاں 'تمام' کے ہیں۔ عربی میں 'ال' کی ایک صورت، انگریزی کے لفظ The سے ملتی جلتی ہے جو 'خاص' (معرفہ بنانا) کا معنی دیتی ہے اور عربی 'ال' کی ایک اور صورت انگریزی کے All کے معنی میں آتی ہے جس کے معنی 'تمام' (استغراق) کے ہوتے ہیں۔ اس جگہ دوسرا 'ال' (استغراقیہ) مراد ہے۔

زمانہ گواہ ہے کہ بے شک تمام انسان گھاٹے میں ہیں، خسارے میں ہیں: ﴿اِلَّا الَّذِیْنَ آمَنُوْا﴾ مگر جو لوگ ایمان لے آئے۔ 'ایمان' کے معنی یقین کے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان، اس کے رسولوں پر ایمان، بالخصوص رسول اکرم ﷺ پر ایمان، آپؐ کی رسالت پر ایمان، آپؐ کی نبوت پر ایمان، آپؐ کے خاتم النّبیینؐ ہونے پر ایمان، جو کچھ بھی آپؐ لائے ہیں اور جو کچھ بھی آپؐ نے فرمایا ہے اس پر ایمان، آپؐ کے سچے ہونے پر ایمان، آپؐ کے امانتدار ہونے پر ایمان، آپؐ کے حیادار ہونے پر ایمان۔ غرضیکہ جتنے بھی اچھے اخلاق ہوسکتے ہیں، اس بات پر ایمان لانا کہ ان سب سے آپؐ متصف تھے۔

ایمان تین ہیں: اوّل اللہ تعالیٰ پر ایمان، دوم رسولِ اکرم ﷺ کی جو صفات قرآن مجید اور جو حدیث میں بیان ہوئی ہیں، ان پر ایمان، سوم آخرت پر ایمان۔ یہ تینوں ایمانیات بنیادی ہیں۔ اسی لئے آپ مکی سورتوں میں دیکھیں گے کہ ایمان کے ضمن میں عقیدۂ توحید اور آخرت کا اکثر تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ جب تک یہ پختہ نہ ہوں، ان کے مطابق دل و دماغ کی اصلاح نہ ہو، اس وقت تک صحیح معنوں میں اچھا عمل ہو نہیں سکتا کیونکہ عمل کی بنیاد بھی ایمان ہے۔ اس کی مثال بالکل ایسے ہے جیسے ایک انگارہ سامنے رکھا ہوا ہے۔ آپ کو یقین ہے کہ آگ جلاتی ہے، انگارے کو ہاتھ لگائیں گے تو ہاتھ جل جائے گا جھلس جائے گا۔ اس لئے آپ اس کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتے، لیکن ایک چھوٹا سا معصوم بچہ ہے، اسے پتہ نہیں یہ انگارہ کیا چیز ہے۔ اس کے لئے تو وہ کھلونے کی مانند ایک چمکدار چیز ہے۔ وہ اسے اٹھانے کے لئے اپنا

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

ہاتھ آگے بڑھائے گا۔ اگر آپ نہ روکیں گے تو وہ ہاتھ جلا بیٹھے گا۔ بس اس یقین کا نام ایمان ہے کہ آگ جلا دیتی ہے۔ اسی طرح جن کا ایمان دوزخ پر ہے وہ ایسے کام کیوں کریں گے جو دوزخ کی آگ میں لے جانے والے ہیں۔ اب جن کا ایمان نہیں ہے، وہ ہر کام کر لیتے ہیں، انہیں جنت و دوزخ کی پرواہ نہیں ہوتی، تو جزا وسزا پر ایمان ہونے یا نہ ہونے کا فرق یہ ہے۔ ان کا انجام وہی ہے جو کافروں اور منکرین کا انجام ہوتا ہے اور جو اس بچہ کا انجام ہوتا ہے جو انگارہ پر ہاتھ رکھ دیتا ہے اور اپنا ہاتھ جلا لیتا ہے۔ اس لئے فرمایا گیا ہے: ﴿اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾۔ ''مگر وہ جو ایمان لے آئے''۔

(۱) ایمان باللہ: بنیادی معاملہ عقیدۂ ایمان کا ہے۔ سب سے پہلے ایمان باللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان، یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات پر ایمان، اس کی ذات پر ایمان، اس کے اختیارات پر ایمان، اس کے حقوق پر ایمان، یہی دراصل توحید ہے اور یہی ایمان باللہ کے معنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ اس کی ذات میں کوئی شریک نہیں۔ الٰہ واحد: اللہ ایک ہی ہے۔ اس کے ساتھ کسی اور کو الٰہ ماننا شرک ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی صفات پر ایمان لانا ضروری ہے جو توحید کی صفات کہلاتی ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جو صفات اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہیں وہ بندوں بلکہ کسی بھی مخلوق میں نہیں مانی جاسکتیں۔ حتیٰ کہ انبیاءِ کرام اور اولیاءِ کرام میں نہیں مانی جاسکتیں، جو اللہ کی صفات ہیں وہ اسی کے لئے خاص ہیں۔ مثلاً وہ حی و قیوم ہے، وہ زندہ رہنے والا ہے، ہمیشہ سے ہے، ہمیشہ رہے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جس میں کوئی شریک نہیں۔ باقی سب کے لئے فنا ہے، اس کے لئے فنا نہیں ہے (لم یزل، لا یزال)۔ اللہ تعالیٰ کی ایک اور صفت قرآن مجید میں عالم الغیب والشھادۃ بیان ہوئی ہے کہ وہ ظاہر اور پوشیدہ ہر ایک کی خبر رکھتا ہے جبکہ کسی دوسرے کو کچھ خبر نہیں کہ کل کیا ہونے والا ہے:

﴿وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا وَّمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ﴾ (سورۃ لقمان:۳۴) ''کسی جان کو معلوم نہیں کہ کل اس کے ساتھ کیا ہوگا اور اسے نہیں معلوم کہ اس کی موت کہاں آئے گی۔ بے شک اللہ تعالیٰ خبر رکھنے والا، جاننے والا ہے!''

حدیث میں آتا ہے کہ ایک شادی میں ایک لڑکی شعر پڑھ رہی تھی (چھوٹی بچیاں گیت گا رہی ہوں گی) رسول اکرم ﷺ بھی وہیں تشریف فرما تھے۔ بچی نے یہ مصرعہ پڑھا: فینا نبی یعلم ما فی غد ''ہمارے درمیان ایسا نبی ہے جو جانتا ہے کہ کل کیا ہوگا'' رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: ''خبردار! ایسا نہ کہو، یہ صرف اللہ تعالیٰ کی شان ہے!'' قرآن کریم میں ہے ﴿اِنَّمَا الْغَیْبُ لِلّٰهِ﴾ (سورۃ یونس:۲۰) ''غیب کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے!'' وہ کھلے اور چھپے کا جاننے والا ہے، وہی قادرِ مطلق ہے۔ رحمٰن، رحیم اور مالک ہے۔ یہ اور اس طرح کی دیگر صفات اللہ تعالیٰ کی خاص صفات ہیں اور اس میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہوسکتا۔

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

(۲) ایمان بالرسول: اللہ تعالیٰ کے تمام بندوں میں محمد رسول اللہ ﷺ کی شان سب سے اونچی ہے۔ آپؐ سب سے افضل اور سب سے اعلیٰ ہیں۔کوئی کتنا ہی متقی، نیک، زاہد، عابد اور صوم وصلوٰۃ کا پابند ہو۔ کوئی کتنی ہی عبادت کرلے، ریاضت کرلے، نبی اکرم ﷺ کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔لیکن جو صفات خاص اللہ تعالیٰ کی ہیں وہ رسول اکرم ﷺ میں، کسی نبی اور ولی میں نہیں پائی جاسکتیں۔

اللہ کی صفات مخلوق کی صفات سے مشابہ نہیں: مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ بخشنے والا اور معاف کرنے والا ہے، وہ 'رحمٰن' و'رحیم' ہے، اس کی رحمت بے پایاں ہے۔ جبکہ 'رحیم' کا لفظ رسول اکرم ﷺ کے لئے بھی آیا ہے لیکن یہ رحمت اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اور اس کی مخلوق ہے۔ جبکہ اللہ کی رحمت لامحدود ہے اور رسول اکرم ﷺ کی رحمت محدود ہے، اس لئے اصل رحمت کی صفت اللہ کی ہے۔

توحید کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ جو بندوں کی صفات اور ان کی کمزوریاں ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت نہ کی جائیں۔ اگر آپ نے یہ ثابت کردیا تو یہی شرک ہوگا۔ مثلاً باپ، بیٹا، شوہر یا بیوی ہونا انسانوں کی صفات ہیں۔ایسا مخلوق میں ہی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے: ﴿لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ﴾ ''نہ وہ کسی کا بیٹا ہے، نہ کسی کا باپ ہے، نہ کوئی اس کا ہمسر ہے، وہ سب سے بالاتر ہے (نہ اس کی بیوی ہے، نہ اس کے بچے ہیں!)''

معلوم ہوا کہ بندوں کی صفات اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کرنا اصل توحید کے خلاف ہے۔ اسی طرح خاص اللہ تعالیٰ کی صفات کو بندوں کے لئے ماننا، خواہ وہ کتنے ہی اونچے درجہ کے انسان ہوں، یہ بھی توحید کے خلاف ہے۔تو پہلا ایمان 'ایمان باللہ' ہے یعنی اس کی ذات پر ایمان، اس کی صفات پر ایمان، اس کے اختیارات پر ایمان، اس کے حقوق پر ایمان کہ اللہ تعالیٰ کامل ہے، وہ رحیم وخالق اور قادرِ مطلق ہے۔

رسولِ اکرم ﷺ قیامت کے دن شفاعت کریں گے۔ حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن لوگ پریشان ہوں گے، اُمتیں پریشان ہوں گی، امتِ محمدیہ بھی پریشان ہوگی۔ اس پریشانی کے عالم میں لوگ مختلف انبیاءِ کرام کے پاس جائیں گے۔ حضرت آدمؑ، نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ، سب کے پاس جائیں گے۔ سب یہی کہیں گے کہ ہم کچھ نہیں کرسکتے۔ تو سب کے سب رسولِ اکرم ﷺ کے پاس آئیں گے، اور کہیں گے کہ آپ ہماری شفاعت کیجئے تو آپؐ فرمائیں گے: اُمّتی، اُمّتی! ہاں میں سفارش کروں گا۔ حدیث میں رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد موجود ہے کہ میں اپنے ربّ کے سامنے سجدہ میں گر جاؤں گا اور طویل سجدہ کروں گا۔ اپنی اُمت کو بخشوانے کے لئے اپنے ربّ سے التجائیں کروں گا، گنہگاروں کو بخشوانے کے لئے ان کی شفاعت کی دعائیں کروں گا، تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: "يَا مُحَمَّدَ اِرْفَعْ رَأْسَكَ سَلْ تُعْطَ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ" ''یا محمدؐ! اپنا سر اٹھایئے اور مانگئے، آپ کو دیا جائے گا۔ اور شفاعت کیجئے، آپؐ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔'' یہی توحید ہے، ایسا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کچھ فرما رہے ہیں، اور رسول اللہ کچھ کہہ

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

رہے ہوں، اور رسول اللہ کا ارشاد اللہ تعالیٰ کے حکم پر غالب آ جائے اور اللہ کو وہی کرنا پڑے جو رسول اللہ کی مرضی ہو۔ یہ نہیں ہوسکتا بلکہ اللہ کا حکم ہر حال میں غالب رہے گا۔ قرآن مجید میں آتا ہے: ﴿وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى﴾ (سورۃ الانبیاء:۲۸) ''نہیں شفاعت کریں گے مگر ان کے لئے جنہیں اللہ نے پسند کرلیا ہے، اور اس کی اجازت کے بغیر کوئی شخص بھی شفاعت نہیں کرسکے گا'' یہ وہ حقیقت ہے جو قرآن مجید میں بیان ہوئی ہے۔ اگر قرآن کو اس طرح سمجھا جائے تو اصل توحید نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔

اللہ پر ایمان لانے کے بعد ایمان کا دوسرا درجہ رسول اکرم ﷺ پر ایمان لانا ہے۔ ہمیں قرآن مجید رسول اکرم ﷺ کے ذریعہ ملا ہے، کیونکہ آپؐ نے یہ بتایا کہ یہ قرآن اللہ کی کتاب ہے۔ جب تک ہم آپؐ کو سچا نہیں مانیں گے اور آپؐ کی رسالت اور نبوت پر ایمان نہیں لائیں گے، ہماری نجات نہیں ہوسکتی۔ کوئی شخص کتنا ہی اللہ پر ایمان لے آئے، لیکن اگر وہ رسولِ اکرم ﷺ کی رسالت پر، آپؐ کے پیغمبر ہونے پر، آپ کے سچے نبی ہونے پر ایمان نہیں لاتا تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی نجات نہیں ہوسکتی۔ اسے کیسے خبر ہوئی کہ قرآن اللہ کی کتاب ہے۔ یہ تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا، تب ہی معلوم ہوا، اور آپؐ کو رسول کیسے مانا؟ اس لئے کہ آپؐ سچے اور امین تھے۔ مشرکوں، کافروں اور دشمنوں نے بھی اس کی گواہی دی۔ جب آپؐ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو کسی نے یہ نہیں کہا کہ آپؐ جھوٹے ہیں، کافروں نے بھی یہ نہیں کہا کہ آپ جھوٹے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آپؐ صادق اور امین ہیں:

﴿فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ (سورۃ یونس:۱۶)

''میں نے تمہارے اندر ایک لمبی مدت گزاری ہے، پھر کیا تم عقل نہیں رکھتے!''

کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ چالیس برس تک اس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، خیانت اور بے ایمانی نہیں کی اور چالیس برس ہونے کے بعد ہی جب کہ انسان زیادہ سنجیدہ ہوجاتا ہے، اس میں اتنی جرأت آ گئی کہ وہ اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے، یہ کیسے ممکن ہے؟ رسول اکرم ﷺ نے بطورِ دلیل اپنی پچھلی زندگی پیش کی کہ میں نے تم میں ایک لمبی مدت گزاری ہے۔ پھر تم کیسی باتیں کرتے ہو؟ کیا تم میں عقل نہیں ہے؟ رسولِ اکرم ﷺ پر ایمان لانا اور آپؐ کی وہ صفات جو قرآنِ مجید اور صحیح احادیث میں بیان ہوئی ہیں کہ آپ مبشر ومنذر ہیں، آپؐ نذیر اور سراجِ منیر (روشن چراغ، روشن آفتاب) ہیں۔ ان تمام صفات پر ایمان لانا بھی ایمان کی ایک شاخ اور اس کا اہم حصہ ہے۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا، خواہ وہ بروزی ہو، خواہ مستقل ہو، خواہ غیر مستقل۔ حضورؐ کی صفت خاتم النّبیین قرآن مجید میں اس طرح بیان ہوئی ہے: ﴿مَاكَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ (سورۃ الاحزاب:۴۰) ''محمدؐ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم النّبیین ہیں''۔ یعنی تمام نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں، آپ نے تمام نبیوں کی آمد پر مہر لگا دی۔ اب آپ کے بعد

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

یہ سلسلہ ختم ہوگیا، قیامت تک اب آپ ؐ کی نبوت چلے گی۔ اب کوئی نبی نہیں آ سکتا جو آپ ؐ کی نبوت کو ختم کردے یا اپنی طرف سے کچھ اضافہ کرے یا آپ کا ظل اور بروزی بن کر اپنا کاروبار چمکائے۔

(۳) ایمان بالآخرت: ایمان باللہ اور ایمان بالرسالہ کے بعد تیسرا ایمان بالآخرت ہے۔ آخرت پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں اگر ہم اچھے کام کریں گے تو اس کا بدلہ آخرت میں اچھا ملے گا، اور اگر یہاں برے کام کریں گے تو آخر میں برے بدلے سے ہمکنار ہوں گے۔ ایمان بالآخرت کے بغیر ہماری دنیا نہیں سنور سکتی۔ ایمان لانے سے جنت تو ملے گی، لیکن اگر لوگ آخرت پر صحیح معنوں میں ایمان لے آئیں تو دنیا بھی ملے گی۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر فاروقؓ رات کو گھوم رہے تھے۔ یہ آپؓ کی عادت تھی کہ آپ خلافت کی ذمہ داریوں کی وجہ سے بے چین رہتے تھے۔ راتوں کو گھوم کر رعایا کو دیکھتے کہ کوئی بھوکا تو نہیں سو رہا، کوئی یتیم تو نہیں رو رہا، کوئی بیوہ تو بے چین و بے قرار نہیں ہے۔ اپنا خادم ساتھ لیتے اور رات کو شہر کا گشت لگاتے تھے۔ چنانچہ اس رات گھومتے گھومتے ایک گھر کے پاس سے گذرے۔ صبح کا وقت قریب تھا، اذان ہونے والی تھی، ایک بڑھیا اپنی بیٹی سے کہہ رہی تھی: بیٹی دودھ میں پانی ملا دو تاکہ زیادہ فائدہ ہو سکے۔ بیٹی سمجھدار تھی، اس نے کہا کہ خلیفہ کا حکم ہے، میں تو نہیں ملاتی۔ بڑھیا نے کہا کہ کون سا عمرؓ دیکھ رہا ہے، ملا دے نا! کیونکہ حضرت عمر فاروقؓ کا بڑا رعب داب تھا اور پھر ان کے پاس کوڑا اور دُرّہ تھا۔ لڑکی نے جواب دیا: ہاں عمرؓ تو نہیں دیکھ رہا مگر عمرؓ کا اللہ تو دیکھ رہا ہے، وہ عالم الغیب، احکم الحاکمین اور ربّ العالمین دیکھ رہا ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ کو لڑکی کا یہ جواب بہت پسند آیا۔ آپ نے اپنے خادم سے کہا کہ اس گھر پر نشان لگا دو، کل ہم اس گھر میں اپنے لڑکے کے لئے رشتے کا پیغام بھجوائیں گے۔ تو یہ تھی لڑکی جو حضرت عمر فاروقؓ کی بہو بنیں اور حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کی نانی ہوئیں۔ اس زمانہ میں لڑکی کے انتخاب کا معیار یہ تھا، آج معیار بدل چکے ہیں۔ بہرحال ایمان بالآخرۃ آپ کے لئے اس دنیا میں خالص دودھ اور گھی ملنے کا ذریعہ بن جا سکتا ہے۔

اگر گھی دودھ اور مصالحے وغیرہ بیچنے والے آخرت پر ایمان رکھتے ہوں تو ملاوٹ اور بے ایمانی ختم ہوجائے، ہر چیز خالص ملنے لگے، رشوت کا بازار ختم ہو۔ رشوت یہاں لوگ دیتے بھی ہیں اور کھاتے بھی، اس لئے کہ آخرت پر ایمان نہیں ہے، ایمان بالغیب نہیں ہیلکہ صرف ایمان بالشہود ہے۔ ایمان بالشہود کے معنی ہیں جو چیز سامنے نظر آ رہی ہے، صرف اسی پر ایمان لاؤ۔ اگر کوئی شخص ہزار روپے رشوت دے رہا ہو تو یہ سامنے کی چیز ہے، لے لی جائے گی، آخرت کی خبر اللہ جانے، جب آئے گی تو دیکھا جائے گا۔ جہنم کا عذاب اور آگ کے شعلے تو دور کی باتیں ہیں، اس وقت تو ہزار روپے مل رہے ہیں، انہیں لے کر مزے کرو۔ لیکن اگر آخرت پر ایمان ہو تو یہ نہیں ہوسکتا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "لعن الله الراشی

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

والمرتشی والرائش" ''لعنت ہے راشی پر یعنی رشوت دینے والے پر والمرتشی اور رشوت قبول کرنے والے پر اور جو ان دونوں کے درمیان دلالی کرتا ہے!'' بڑے افسر خود تو رشوت نہیں لیتے، ان کے دلال اور ایجنٹ یہ سب کام کرا دیتے ہیں اور رشوت وصول کر کے افسر تک پہنچاتے ہیں۔ اس میں خود ان کا اپنا حصہ بھی ہوتا ہے۔ اب اگر آخرت پر ایمان ہے تو پھر یہ دھندے نہیں چل سکتے، یکلخت سب ختم ہوجائیں گے۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ یہودیوں کے پاس گئے تھے۔ یہودیوں کے ساتھ یہ معاہدہ ہو چکا تھا کہ باغ میں جو پھل آئیں گے اس کا نصف وہ رکھیں گے اور نصف حصہ مسلمانوں کا ہوگا۔ تو مسلمانوں کا نصف حصہ وصول کرنے کے لئے وہ صحابیؓ پہنچے۔ یہودیوں نے انہیں رشوت دینا چاہی کہ وہ مسلمانوں کا حصہ کم وصول کرلیں۔ مثلاً کھجوریں اگر حصہ میں ساٹھ من آتی تھیں تو کہا ہوگا کہ چالیس من لے جاؤ، بقیہ کے بدلے میں ہم سے کچھ رقم لے لو۔ آج کل کے لوگ ہوتے تو فوراً قبول کر لیتے۔ اپنا فائدہ دیکھتے، چاہے مسلمانوں کا بیت المال بالکل خالی ہوجائے۔ لیکن انہوں نے کہا کہ ایسا کبھی نہیں ہوسکتا۔ انہوں نے ساری کھجوروں کے برابر برابر دو حصے کردیئے اور یہودیوں سے کہا کہ ایک حصہ وہ لے لیں اور دوسرا حصہ انہوں نے بیت المال میں جمع کرا دیا۔ دل میں اگر خوفِ آخرت ہو تو کوئی طمع انسان کو راہِ راست سے نہیں ہٹا سکتی۔ دنیا میں اگر امن کا بول بالا ہوسکتا ہے، عدل وانصاف قائم ہوسکتا اور راحت حاصل ہوسکتی ہے تو اس کی ایک ہی شکل ہے کہ اللہ تعالیٰ پر اس کی صفات کے ساتھ ایمان، رسول اکرم ﷺ پر ایمان اور آخرت پر ایمان پختہ اور یقینی ہو۔ اگر یہ نہیں ہے تو پھر یہ دنیا جہنم ہے۔ چاہے آپ کتنے ہی مارشل لا لگا دیں، کتنے ہی کوڑے ماریں اور کچھ ہی کیوں نہ کرڈالیں۔ اگر دل میں ایمان نہیں اُترا تو لوگ حیلے نکال لیتے ہیں۔

اب مثلاً حکومت کی طرف سے پابندی ہے کہ شادی بیاہ میں بیس سے زائد آدمیوں کو کھانا نہ کھلایا جائے۔ لیکن کل میں ایک شادی کی تقریب میں شریک ہوا تو وہاں تقریباً پانچ سو آدمیوں کو کھانا کھلایا جارہا تھا۔ حیلہ یہ کیا گیا کہ ولیمہ کی جگہ عقیقہ کا نام دے دیا، دراصل تو ولیمہ تھا لیکن ظاہر عقیقہ کیا گیا۔ اس لئے کہ ولیمہ میں افراد پر پابندی ہے جبکہ عقیقہ میں نہیں۔ ایمان دل میں نہ ہو تو قانون کی پابندی سے بچنے کے لئے سینکڑوں حیلے تراش لئے جاتے ہیں۔ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں ایک بہت ہی نیک مجاہد فوجی تھا جس کے کپڑے پھٹے، پیوند لگے تھے اور کمبل بھی پرانا لپٹا ہوا تھا۔ اس کو کسریٰ کا تاج پڑا ملا، بہت ہی قیمتی موتی، ہیرے جواہرات سے مرصع۔ وہ اسے اپنے پھٹے پرانے کمبل میں لپیٹے رات کی تاریکی میں لے کر اپنے سپہ سالار کے پاس آیا اور کہا کہ یہ تاج مجھے پڑا ملا ہے، آپ وصول کرلیجئے اور مدینہ بھیج دیجئے، یہ

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

مسلمانوں کا حق ہے، بیت المال میں جمع کرا دیجئے۔ اگر وہ چاہتا تو تاج کی کسی کو خبر نہ دیتا، پورا تاج ہضم کر جاتا یا اس میں سے کچھ قیمتی موتی چرا لیتا لیکن جیسا اس کو ملا تھا، ویسا ہی اس نے حوالے کر دیا اور کمال یہ ہے کہ رات کی تاریکی میں کمبل میں چھپا کر خاموشی سے لے گیا۔ وہ اس لئے کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ بڑا ایماندار ہے۔

ہم لوگوں کا حال یہ ہے کہ اگر ذرا سا سماجی کام کر دیں تو اتنی رقم اس کام میں خرچ نہ کریں گے جتنی اس کام کی نمائش میں اور تشہیر میں اڑا دیں گے۔ غریبوں کی مدد کرنے یا سیلاب زدگان کو کوئی عطیہ دینے جا رہے ہوں تو فوٹو گرافروں کو ساتھ لے جائیں گے۔ ذرا سا نیکی کا اگر کوئی کام کیا تو اس کی شہرت ہوگئی۔ اخبار میں خبر شائع ہوگئی، کسی غریب کو کوئی عطیہ دیتے ہوئے فوٹو شائع ہوگیا کہ یہ ہیں وہ صاحب جنہوں نے حاتم طائی کی قبر پر لات ماری ہے۔ وہ جو کسی نے کہا (غالباً حضرت عمر فاروقؓ نے کہا تھا) کہ ہمارے مجاہد تو بڑے امانتدار ہیں۔ انہیں کسریٰ کا تاج ملا اور فوراً سپہ سالار کے حوالے کر دیا تو جواب میں حضرت عمرؓ کے ساتھی ایک صحابی نے کہا کہ بات یہ ہے عمرؓ! تم امانتدار ہو تو یہ بھی امانتدار ہیں۔ تم دیکھتے ہو کہ یہ جائز ہے، وہ ناجائز ہے، یہ حلال ہے وہ حرام ہے، تو تمہاری رعایا بھی، تمہارے فوجی اور مجاہد بھی غلط کاموں سے بچے ہوئے ہیں اور جائز اور ناجائز، حلال وحرام کی تمیز روا رکھتے ہیں۔ جب ایسا ایمان ہوگا تو اس کا نتائج اور ثمرات بھی ویسے ہی ہوں گے۔

نبی کریم ﷺ کے حقوق

﴿وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''اس کا پھل نیک عمل ہیں۔'' یہ ناممکن ہے کہ دل ایمان سے لبریز ہو، اور اس دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کا خوف رچا بسا ہو اور ساتھ رسول اللہ کی محبت بھی دل میں جاگزین ہو اور پھر عمل صالح دل میں نہ ہو۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آدمی جھوٹ بھی بولتا رہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی محبت کا دعویٰ بھی کرے۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے کسی کا بوڑھا باپ بیمار ہو، بیٹا کہتا ہے: ابا جان! مجھے آپ سے محبت ہے جو بڑی شدید ہے، میں آپ کی محبت میں مرا جا رہا ہوں، آپ کی بیماری دیکھ دیکھ کر مجھے بڑی تکلیف ہو رہی ہے، کاش! آپ کی جگہ میں مرجاؤں اور آپ زندہ رہیں۔ آپ میرے بڑے محسن ہیں، بہت کرم فرما ہیں، منہ پر بے حد تعریف کرتا ہے۔ باپ کہتا ہے: بیٹے! میں اس وقت شدید تکلیف میں ہوں، تم ڈاکٹر کے پاس جا کر میرے لئے دوا لے آؤ، بیٹا کہتا کہ تھوڑی دیر کے لئے صبر کیجئے، ایک بڑی شاندار فلم آ رہی ہے، میں ذرا اسے دیکھ لوں اس کے بعد دوا لے آؤں گا۔ چاہے اتنے عرصے میں باپ قبرستان پہنچ جائے۔ تو ایسی ہی ہماری محبت کا حال ہے۔ ہم زبان سے کہتے تو ہیں کہ ہمیں

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اللہ اور اس کے رسولؐ سے بڑی محبت ہے۔ لیکن جب عمل کا وقت آتا ہے تو صاف طرح دے جاتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کا حال تو یہ تھا کہ نماز کے لئے بیماری کی حالت میں بھی مسجد آتے تھے اور جماعت سے نماز نہیں چھوڑتے تھے۔ دو آدمیوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر آپؐ کے قدم لکیر کھینچتے آتے تھے اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہم خراٹے لیتے رہتے ہیں اور اس وقت سو کر اٹھتے ہیں جب سورج طلوع ہو چکتا ہے اور پھر بھی کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور اس کے رسولؐ کے بڑے چاہنے والے اور محبّ ہیں۔

رسول اکرم ﷺ کا پہلا حق یہ ہے کہ آپؐ سے محبت ہونی چاہئے، آپؐ کی محبت دل میں گھر کر جائے۔ حدیث میں آتا ہے: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ ''کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اس کے ماں باپ اور دنیا بھر کی مخلوق سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔''

آپؐ کا دوسرا حق یہ ہے کہ آپؐ کی محبت کے ساتھ ساتھ آپؐ کی عظمت اور بڑائی بھی تسلیم کی جائے۔ محبت تو انسان اولاد سے بھی کرتا ہے، بیوی سے بھی اور دوستوں سے بھی لیکن رسول اکرم ﷺ سے ایسی محبت ہونی چاہئے کہ جس کے ساتھ عظمت بھی ہو، بڑائی اور تعظیم بھی ہو، کیونکہ اگر تعظیم نہ ہو تو وہ محبت بیکار ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا تیسرا حق ہے: آپؐ کی اطاعت، آپؐ کا اتباع اور آپؐ کی سنت کی پیروی۔ آپ کہتے ہیں محبت تو بہت ہے لیکن اگر اطاعت نہیں ہو رہی تو یہ کیسی محبت ہے۔ زبان سے تو آپ محبت محبت بہت کہیں لیکن اصل چیز ہے آپؐ کے احکام اور اس شریعت کی اطاعت جسے آپؐ لے کر آئے ہیں۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جسے آپؐ نے حلال ٹھہرایا ہے، اسے حلال سمجھا جائے جسے حرام قرار دیا ہے، اسے حرام سمجھا جائے۔ جسے آپؐ نے پسند یا ناپسند کیا ہے، وہی ہماری بھی پسند یا ناپسند ہو۔ جب تک ہم ایسا نہیں کریں گے، محبت کا دعویٰ غلط ہے۔ اب یہ ہے کہ اطاعت کیسے ہوگی اور محبت کس چیز کا نام ہے اور تعظیم کسے کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں فرمایا:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (سورۃ نساء:۶۵)

''قسم ہے تیرے ربّ کی یہ لوگ ہرگز مومن نہیں ہوسکتے، یہاں تک کہ آپؐ کو ان تمام معاملات میں حکم اور جج نہ بنائیں جن میں یہ جھگڑتے ہیں اور آپؐ کے فیصلے کو سن کر کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ خوشی خوشی اس فیصلے کو مان جائیں۔''

مطلب یہ کہ آنکھیں بھی ٹھنڈی ہو جائیں اور دل بھی باغ باغ ہو جائے۔ اللہ اور اس کے رسولؐ

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

کے فیصلے کے آگے سرِتسلیم خم کردیں، چاہے اس سے بظاہر کتنا ہی نقصان نظر آ رہا ہو، یہی ﴿اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ﴾ کا مطلب ہے۔ صٰلحٰت کے سلسلے میں ایک بات اور سمجھ لیجئے کہ الصلحت کے معنی ہیں خاص قسم کی نیکیاں۔ اس میں جو 'ال' کے معنی وہی ہیں جو انگریزی میں The کے ہوتے ہیں۔ The Book کے معنی خاص کتاب۔ الصلحت کے معنی ہیں خاص نیکیاں۔ وہ نیکیاں جنہیں اللہ اور اس کے رسولؐ نے نیکی قرار دیا ہے۔ کوئی مولوی صاحب، کوئی پیر صاحب یا کوئی حاکم کسی کام کو نیکی قرار دے دیں تو وہ نیکی نہیں بن سکتا، جب تک کہ اس کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کی شہادت موجود نہ ہو، اسی طرح کوئی اسمبلی کسی کام کو 'نیکی' قرار دے دے تو وہ اس وقت تک نیکی قرار نہیں دیا جاسکتا جب تک اللہ اور اس کے رسولؐ کی سند اس کے ساتھ نہ ہو۔ کتنی ہی باتیں مسلمانوں میں رائج ہیں جن کا کوئی ثبوت اللہ کی کتاب یا رسول اکرم ﷺ کی سنت اور احادیث سے نہیں ملتا۔ چنانچہ ان کا شمار صالحات میں نہیں ہوگا، چاہے انہیں کتنا ہی ثواب کی نیت سے کیا جائے۔ انسان کا عمل وہی قبول ہوگا جس میں اخلاص ہو، جو صرف اللہ کے لئے ہو، اور ساتھ ہی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق ہو۔

جب آپ ایمان بھی لے آئے، نیک عمل بھی آپ نے کئے تو 'ایمان' اور 'عمل صالح' دونوں نعمتیں آپ کو مل گئیں۔ اب یہ نعمت آپ کی ذات تک محدود نہ رہے بلکہ متعدی ہونی چاہئے۔ آپ کے گھر والوں کی طرف، آپ کے پڑوسیوں میں، آپ کے رشتہ داروں میں، آپ کے دوستوں میں، جہاں تک ہوسکے یہ متعدی ہو، جیسے بیماری متعدی ہوتی ہے، اسی طرح نیکی بھی متعدی ہوتی ہے۔ وہ آگے بڑھنی چاہئے۔ اگر ہم خود نیک ہوں، اور اولاد نیک نہیں ہے، وہ نماز نہیں پڑھتی۔ تو یہ نیکی متعدی کہاں ہوئی، یہ تو ایک جگہ پر ٹھہر گئی۔

﴿وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ﴾ ''وہ آپس میں حق کے ساتھ وصیت کرتے ہیں'' یعنی نیکی کو پھیلایا جائے..... لیکن نیکی کو پھیلنے سے قبل ہمیں اس کا شعور ہونا چاہئے کہ نیکی کیا ہے اور بدی کیا۔ پھر وصیتِ خیر کرتے وقت نرمی ہو، نصیحت لٹھ مار نہ ہو۔ بڑی نرمی اور محبت سے سمجھایا جائے اور جب آپ نے نیکی کو آگے پھیلانے کا کام کیا تو اب اگر کوئی مخالفت کرتا ہے، طعنہ دیتا ہے کہ بڑا ملا آ گیا ہے نصیحت کرنے کے لئے، تو ان کی باتوں پر صبر کرنا چاہئے: ﴿وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾ ''وہ آپس میں صبر کی تلقین کرتے ہیں''

یہ سورۃ العصر کی تفسیر ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ صحیح معنوں میں قرآن مجید کو سمجھیں اور سمجھائیں اور اس پر عمل کریں اور اپنے تمام انفرادی و اجتماعی کاموں میں اسی کو حکم (جج) بنائیں۔ ﴿وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾ کی تفسیر پوری تفصیل کے ساتھ نہیں پیش کی جاسکی۔ کسی دوسرے موقع پر پیش کی جائے گی۔ اِن شاء اللہ العزیز!!

أقول قولی هذا واستغفر الله لی ولکم ولسائر المسلمین والمسلمات وآخر دعوانا أن الحمد لله ربّ العلمین

www.KitaboSunnat.com

دار الافتاء

شیخ الحدیث حافظ ثناء ُاللہ مدنی

❑ حاملہ کی عدت ❑ عورتوں کا اپنے چہرہ سے فالتو بال اتارنا ❑ کسی شے کو مشروط وقف کرنا ❑ زیور پر کندہ لفظِ جلالہ اور قرآنی آیات کو ڈھالنا ❑ 'السلام علیک اَیہا النبی' کہنا

سوال: کسی حاملہ عورت کو شوہر کی وفات کے چند دن بعد وضع حمل ہوجائے تو کیا اس کی عدت چار ماہ دس دن ہوگی یا وضع حمل تک؟ اگر عدت وضع حمل تک ہی ہو تو کیا نفاس کی حالت میں وہ دوسرا نکاح کرسکتی ہے؟ (ڈاکٹر عبیدالرحمٰن چوہدری مصطفیٰ آباد لاہور)

جواب: وہ عورت جو خاوند کی وفات کے وقت حاملہ ہو اور چند دن بعد اسے وضع حمل ہوجائے تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔ چار ماہ دس دن عدت کے عام اُصول سے وضع حمل کی عدت مستثنیٰ ہے۔ یہ عورت اگر بحالت ِنفاس نکاح کرنا چاہے تو کرسکتی ہے، لیکن شوہر سے مجامعت بحالت ِطہارت ہی ہوگی۔ صحیح بخاری میں ہے کہ سبیعہ اسلمیہ کا خاوند قتل ہوگیا یا مرگیا اور اس وقت وہ حاملہ تھی۔ چالیس دنوں بعد اسے وضع حمل ہوگیا۔ اس نے نکاح کرنا چاہا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا نکاح کردیا۔ (باب واُولات الاَحمال ......الخ) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فتح الباری (۹:۴۷۴)

سوال: سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی سورۂ نور کی تفسیر میں یہ مسئلہ نظر سے گزرا کہ

''عورتیں چہرے سے اپنے فالتو بال نہ ہٹائیں، رسولِ کریم نے اس سے منع فرمایا ہے''۔

اس ضمن میں آپ سے دو باتیں سوال طلب ہیں:

۱۔ بعض عورتوں کے چہروں پر فالتو بال بکثرت ہوتے ہیں جو انتہائی برے لگتے ہیں۔ اس صورت میں انہیں کیا کرنا چاہئے؟

۲۔ اگر کوئی عورت باقاعدگی سے 'تھریڈنگ' یعنی چہرے سے فالتو بال اکھاڑتی ہو تو اب وہ کیا کرے گی؟ کیونکہ اب چھوڑ دینے کی صورت میں وہ بال دگنے ہوجائیں گے۔ کیا ایسی صورت میں اس کے لئے تھریڈنگ کرنا جائز ہے؟ اگر جائز نہیں تو کیا اس کے لئے کچھ گنجائش نکل سکتی ہے جیسا کہ بعض مسائل میں کچھ استثنائی صورتیں ہوتی ہیں۔ (ہادیہ، پشاور)

جواب: مولانا مودودی رحمہ اللہ سورۃ النور کی تفسیر میں عورتوں کے لئے چند ممنوعات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''بال اکھاڑ اکھاڑ کر خاص وضع کی بھویں بنانا اور روئیں نوچ نوچ کر منہ صاف کرنا ممنوع ہے''۔ دراصل یہ اسی حدیث کا ترجمہ ہے جو صحیح بخاری میں باب المتنمصات کے تحت بیان ہوئی ہے۔

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

بعض نے اس کی تعبیر پلکوں کے بالوں کو باریک یا انہیں برابر کرنے سے بھی کی ہے۔ امام طبریؒ فرماتے ہیں کہ ''عورت زیب و زینت اور حسن کی خاطر اپنی خلقت میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کرسکتی، ہاں البتہ اگر کوئی دانت بڑھا ہوا ہے، کھانے میں تکلیف کا باعث ہے یا زائد انگلی دکھ کا سبب ہے تو اس کا اِزالہ جائز ہے''۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عورت کو اگر داڑھی مونچھ یا بچہ داڑھی اگر آئے تو اس کا اکھاڑنا 'نماص' کے حکم میں داخل نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''یہ فعل خاوند کی اجازت اور اس کے علم سے ہونا چاہئے بصورتِ دیگر دھوکہ دہی کی بنا پر ممنوع ہے''۔ (فتح الباری: ۳۷۸/۱۰)

اس سے معلوم ہوا کہ عورت کے لئے چہرے سے بلاوجہ بال اکھاڑنا درست نہیں، البتہ چہرے کے بگاڑ کے خدشہ سے بامرِ مجبوری تھریڈنگ کا جواز ممکن ہے ورنہ عام حالات میں اس سے احتراز کرنا چاہئے، سعودی عرب کے شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

''خلافِ عادت اگر عورت کے چہرے پر بال اگ آئیں تو ان کو اکھاڑنے میں کوئی حرج نہیں مثلاً مونچھ، داڑھی یا اس کے رخسار پر بال اگ آئیں تو ان کو لینا جائز ہے، کیونکہ یہ بال خلافِ عادت ہیں جس سے عورت کے چہرے کے بگاڑ کا اندیشہ ہے''۔ (فتاویٰ زینة المرأة: ص ۸۶)

سوال: محمد یوسف نے دو کنال زرعی رقبہ پہلے سے موجود مسجد کے لئے وقف کیا تو مسجد کی انتظامیہ کمیٹی نے کہا کہ اس رقبہ کو فروخت کرکے رقم مسجد پر لگا دی جائے۔ واضح رہے کہ نہ تو مسجد میں کسی توسیع کی ضرورت ہے اور نہ ہی کسی خاص مرمت کی۔ اب کیا محمد یوسف رقبہ کو فروخت کرکے اس کی رقم مسجد کو دے یا فروخت نہ کرے اور اس رقبہ کی پیداوار مسجد کو ہر سال تا قیامت ملتی رہے۔ سائل کے لئے کون سا عمل آخرت میں اجر کے لحاظ سے بہتر ہے۔

اس سلسلے میں ایک روایت یہ بھی سننے میں آئی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے کہا تھا: میں نے اپنی خیبر کی زمین وقف کی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی پیداوار وقف کرو۔ کیا یہ روایت صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو اس کی روشنی میں سوال کا جواب دیں۔ (ابوجابر محمد فاروق محمدی، خانیوال)

جواب: مذکورہ صورتِ حال کے پیش نظر بہتر یہ ہے کہ وقف کو اپنی اصلی حالت پر برقرار رکھا جائے اور اس کی آمدن مسجد پر خرچ ہو۔ سوال کے ضمن میں مذکور حضرت عمرؓ کا قصہ صحیح بخاری باب الشروط فی الوقف میں موجود ہے جس کی تفصیل یوں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیبر میں ایک زمین ملی تو وہ مشورہ کرنے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ کہنے لگے: یارسول اللہ ﷺ مجھے خیبر میں ایک زمین ملی ہے جس سے بڑھ کر عمدہ مال مجھے کبھی نہیں ملا۔ اب مشورہ دیجئے کہ میں اس زمین کا کیا کروں؟ تو آپ ﷺ فرمایا: اگر تم چاہو تو اصل زمین وقف کردو، اس کی آمدنی خیرات ہوتی رہے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس زمین کو اس شرط پر وقف کردیا کہ وہ زمین نہ بیچی جائے، نہ ہبہ کی جائے، نہ کسی کو ترکہ میں ملے۔ جو آمدنی ہو

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

وہ محتاجوں، ناطے والوں، غلام لونڈیوں کو آزاد کرانے، اللہ کی راہ یعنی مجاہدین کی خدمت، مسافروں اور مہمانوں میں صرف کی جائے اور جو کوئی اس زمین کا متولی ہو وہ اتنا کرسکتا ہے کہ دستور کے موافق اس کی آمدنی میں سے کھائے اور کھلائے مگر دولت نہ جوڑے۔

ابن عون کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث ابن سیرین سے بیان کی تو انہوں نے کہا کہ 'غیر متأثل مالاً' کا معنی یہ ہے کہ اپنے لئے دولت اکٹھی نہ کرے۔ حضرت عمرؓ کے قصہ میں یہ ذکر ہے کہ وقف کرنے والا اگر وقف کو اپنی حفاظت میں رکھے تو تب بھی وقف درست ہے جبکہ مذکورہ بالا صورت اس طرح نہیں۔

سوال: آج کل جلسوں، کانفرنسوں میں نعرہ بازی اور مقرر کے لئے زندہ باد کے نعرے، بالخصوص مسجد کے اندر ایسے نعروں کو بلند آواز سے لگانا کہاں تک درست ہے۔ کیا صحابہؓ کے دور میں اس کی کوئی مثال ملتی ہے؟

جواب: اسلام میں تقریروں اور خطبوں وغیرہ میں نعرہ بازی کا کوئی تصور نہیں، اس سے بہرصورت احتراز ضروری ہے۔

سوال: میرے دوست جیولری کا کام کرتے ہیں۔ ان کے پاس ایسا زیور بھی بکنے کے لئے آجاتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ یا محمد ﷺ کا نام، آیت الکرسی اور دیگر قرآنی آیات لکھی ہوتی ہیں۔ کیا ہمارے لئے ان زیورات کو ڈھال کر کسی اور زیور کی شکل دینا جائز ہے؟ اگر جائز نہیں تو پہلے کی جانے والی ایسی کوتاہیوں کا کفارہ کیا ہوگا؟ (عبدالمجید، قصور)

جواب: جن زیورات پر قرآنی آیات لکھی ہوئی ہوں، ان کو ڈھالنے میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت عثمان کے عہد میں جب قرآن کریم کے بعض نسخوں میں تحریف کا پتہ چلا تو انہیں ضائع کردیا گیا۔ (صحیح بخاری: باب جمع القرآن) اور اس عمل کے مرتکب پر کوئی کفارہ نہیں۔

سوال ا: اگر کوئی آدمی چار رکعات والی نماز میں امام کے ساتھ تشہد کے بعد آخری دو رکعات پائے تو اب کیا ان دو فوت شدہ رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے ساتھ دوسری سورت پڑھے یا صرف سورۃ فاتحہ پڑھنا کافی ہے۔ (گل مان شاہ، نوشہرہ)

جواب: صحیح بخاری وغیرہ میں حدیث ہے'' جتنی نماز امام کے ساتھ مل جائے پڑھ لو اور جتنی فوت ہوجائے پوری کرلو''۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسبوق (مقتدی) امام کے سلام پھیرنے کے بعد جتنی نماز پڑھتا ہے، وہ اس کی باقی ماندہ نماز ہے اور جو امام کے ساتھ پڑھی ہے وہ اس کی پہلی نماز ہے کیونکہ اس حدیث میں فوت شدہ کی بابت 'مکمل کرنے' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کے معنی آخر سے پورا کرنے کے ہیں اور آخر سے پورا کرنا اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ جو نماز امام کی فراغت کے بعد پڑھے وہ

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اس کی آخری ہو۔اور بعض روایتوں میں 'اتمام' (مکمل کرنا) کی جگہ 'قضا' کا لفظ آیا ہے، تو یہ اس کے خلاف نہیں کیونکہ قضا کے معنی پورا کرنے کے بھی آئے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ﴿فإذا قضيت الصلوٰة فانتشروا فى الارض﴾ ''یعنی جب نماز پوری ہوجائے تو پھر روزی کی تلاش کے لئے زمین میں پھیل جاؤ'' حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان دو لفظوں کے مطابق ہی جمہور کا عمل ہے۔انہوں نے کہا:

"إن ما أدرك المأموم هو أول صلاته إلا أنه يقضى مثل الذي فاته من قراء ة السورة مع أمّ القرآن فى الرباعية لكن لم يستحبوا به إعادة الجهر فى الركعتين الباقيتين وكان الحجة فيه قوله ما أدركت مع الامام فهو أول صلاتك واقض ما سبقك به من القرآن۔ أخرجه البيهقي وعن إسحق والمزنى لا يقرأ الامام القرآن فقط وهو القياس" (فتح الباري: ۲/ ۱۱۹)

جمہور کا مسلک یہ ہے کہ مقتدی جو دو رکعتیں بعد میں پڑھے، ان میں فاتحہ کے ساتھ سورت ملائے۔ ان کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ مقتدی نماز کا جو حصہ امام کے ساتھ پائے وہ اس کی پہلی نماز ہے اور جو چیز قرآن سے فوت ہوجائے، اس کی قضا دے تاہم اس میں جہری قراءت نہیں۔البتہ اسحٰق رحمہ اللہ اور مزنی رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ صرف فاتحہ پڑھے کیونکہ قیاس کا تقاضا یہی ہے۔لیکن مندرجہ بالا دلیل کی رو سے ترجیح پہلے مسلک کو ہے اور دوسرے کا صرف جواز ہے کیونکہ فاتحہ کے ساتھ سورت ملانا ضروری نہیں۔چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے ''وأن تزد على أم القرآن أجزأت...... الخ''

''اگر تو فاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورۃ ملائے تو کفایت کر جائے گی''۔(مرعاۃ المفاتیح:۱/ ۵۸۷)

سوال ۱: ایک لڑکے اور لڑکی کا بچپن میں نکاح ہوا۔ اٹھارہ سال کی عمر میں لڑکے کا دماغی توازن درست نہ رہا۔چنانچہ سن شعور کو پہنچنے پر لڑکی نے لڑکے سے اپنے نکاح کو مسترد کر دیا۔لڑکی کے والدین نے لڑکے کے والدین سے طلاق کے لئے رابطہ کیا۔لیکن لڑکے نے طلاق دینے سے انکار کر دیا۔ مجبوراً لڑکی کے والد نے عدالت سے رجوع کیا تو جج نے خلع کی بنیاد پر بربنائے خیارِ بلوغ نکاح فسخ کر دیا کہ لڑکا یہ تسلیم کرتا ہے کہ لڑکی اس سے نکاح کو فسخ کرتی ہے اور لڑکا بیوقوف ،احمق ، اور گنوار ہے۔اب لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ شرعی طلاق نہیں ہوئی۔قرآن وسنت کی روشنی میں جواب سے مطلع فرمائیں۔

(عطا رسول،خوشاب)

جواب: مندرجہ بالاصورت میں عدالتی فیصلہ نافذ العمل ہے۔ راجح مسلک کے مطابق عورت ایک ماہ عدت گزار کر ولی کی اجازت سے جہاں چاہے نکاح کیا جاسکتا ہے۔

میاں بیوی میں جمع اور تفریق کا عدالت کو اختیار ہے اس لئے کہ قرآنی آیت ﴿وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا﴾ کے اولین مخاطب 'حکام' ہیں۔تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو نیل المرام فی تفسیر

www.KitaboSunnat.com

magazine.mohaddis.com

آیات الأحکام اور فتح الباری (۹/۴۰۳) میں ہے فلما کان المخاطب بذلك الحكام وإن الارسال إليهم دلّ على أن بلوغ الغاية من الجمع أوالتفريق اليهم

''چنانچہ جب ﴿وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا﴾ کے مخاطب حکام ہیں اور حَکم بھیجنے کا کام ان کے سپرد ہے تو یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حکام کو جمع اور تفریق کا اختیار بھی حاصل ہے۔''

مزید برآں عورت کو خیارِ بلوغت حاصل ہے، حدیث میں ہے کہ ''بیوہ کا نکاح اس کے مشورہ سے کیا جائے اور کنواری کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے''۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لڑکی بالغہ ہوکر نکاح فسخ کرا سکتی ہے کیونکہ نکاح کے لئے اس کی اجازت شرط ہے اور چونکہ وہ صغرسنی میں اجازت دینے کے قابل نہیں تھی، اس لئے ضروری ہے کہ سن شعور میں یعنی بعد از بلوغت وہ اپنا حق لے سکے۔ جس کی شکل یہ ہے کہ لڑکی کو فسخ کا اختیار ہو۔ قریباً سب علماء اس پر متفق ہیں کہ لڑکی بالغ ہوکر نکاح فسخ کرا سکتی ہے لہٰذا مذکورہ صورت میں علیحدگی بلا تردّد درست ہے۔

سوال: بالفرض اگر ایک بوڑھے آدمی کے چار صاحبِ اولاد بیٹوں میں سے ایک بیٹا فوت ہوجاتا ہے۔ تو کیا ان یتیم پوتوں کو وراثت ملے گی جبکہ دادا ابھی حیات ہے؟ (حافظ محمد اشرف ساجد)

جواب: شریعت کا یہ اصول ہے کہ وراثت میت کے قریب ترین وارث کو ملتی ہے۔ اس بنا پر میت کے بیٹوں کی موجودگی میں یتیم پوتا دادا کی وراثت کا حقدار نہیں بنتا۔ (تفصیل کیلئے محدث: اپریل ۱۹۹۹ء)

سوال: کیا روزے کی حالت میں ٹیکہ لگوانا جائز ہے؟ (محمد بلال بن محمد عیسیٰ کمبوہ آف کچہ پکہ)

جواب: سعودی عرب کے مشہور عالم شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عام ٹیکہ لگایا جاسکتا ہے لیکن غذائی ٹیکہ لگوانا درست نہیں۔ میرے خیال میں ٹیکے سے کلی طور پر احتیاط کی جائے تو اولیٰ ہے۔ ہمارے شیخ محدث روپڑی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

''حدیث میں بحالتِ روزہ وضو کے وقت ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنا منع ہے جس کی وجہ یہ خطرہ ہے کہ کہیں پانی ناک کے راستہ حلق میں نہ اتر جائے حالانکہ عرفاً یہ پینے کے ضمن میں نہیں آتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی طرح کوئی چیز معدہ میں چلی جائے تو اس سے روزہ کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ ٹیکہ میں دوا کے لطیف اجزا کے متعلق خطرہ ہے کہ وہ سانسوں کے راستے معدہ میں آجائیں اور روزہ خطرہ میں پڑ جائے۔ اس لئے روزہ کی حالت میں ٹیکہ نہ لگوانا چاہئے، احتیاط اسی میں ہے۔ (فتاویٰ اہلحدیث: ۲/۵۶۳)

سوال: کیا قرآن پڑھنے کا ثواب اپنے مرحوم آباء واجداد کو پہنچ سکتا ہے؟ میں نے 'صحیفہ اہلحدیث' میں پڑھا ہے کہ اس کا ثواب مرحوم آباء واجداد کو پہنچ جاتا ہے؟

جواب: قرآن پڑھ کر ایصالِ ثواب کی شکل کتاب وسنت سے ثابت نہیں۔ میت کے لئے دعاءِ مغفرت کرنی چاہئے جس کی صراحت متعدد نصوص میں ہے۔

www.KitaboSunnat.com

magazine.mohaddis.com

اسلام اور مغرب

ابراہیم ابوخالد
ترجمہ: محمد اسلام

اِسلام کے خلاف مغربی ہتھکنڈے

سرد جنگ کے خاتمے کے بعد سے 'مغربی نظریہ' کو ایک اور اُبھرتے خطرے کا احساس ہو رہا ہے۔ مغربی اَقوام کا نیا دشمن اور امریکی خارجہ پالیسی کا موجودہ نقطہ ارتکاز 'سبز خطرہ' یا 'اسلامی خوف' ہے۔ اس خطرے کی بنیاد کیا ہے؟ اس خطرے کا اسلام سے کیا تعلق ہے جس سے مغرب کا سیاسی نظام برسرپیکار ہے اور اسلام سے وابستہ ہر چیز کے خلاف نہ ختم ہونے والی جنگ جاری رکھے ہوئے ہے!!

مغرب کے منفی رویوں نے مغربی ذہن کو صدیوں کی غلط فہمی، پراپیگنڈے اور خوف کے نتیجے میں بری طرح متاثر کیا ہے۔ اسلام کے متعلق منفی تصورات ہر ممکنہ ذرائع مثلاً لوک داستان، تعلیم، صحافت، سمعی و بصری آلات اور داخلی و خارجی پالیسیوں سے بیان کئے گئے ہیں۔ ۱۲ویں صدی سے لگاتار مسیحی چرچ نے نبی کریم ﷺ کو طاقت و ہوس کے جنون میں مبتلا فرد باور کرانے کی کوشش اور مسلمانوں کو خون کے پیاسے اور شہوت پرست مطلق العنان عربوں کے روپ میں پیش کرنے کی کامیاب سعی کی ہے۔ یہ نقوش جان بوجھ کر اپنے تحریف شدہ تراجم قرآن، وعظ و تبلیغ حتیٰ کہ ممتاز یورپی اُدبا و شعرا جیسے دانتے، شیکسپیئر، والٹیر، بائرن اور شیلے اور ریکولڈس آف منٹی کروس جیسے مسیحی علما کے ذریعے پھیلائے گئے۔

یہ باعث تعجب امر نہیں کہ اسلام کو صدیوں تک اس طرح کے نازیبا انداز میں، اسلامی تعلیمات کی مخالف لذت پسندی سے متہم کیا جاتا رہا۔ نبی اکرمؐ کے وصال کے بعد ایک صدی کے اندر اندر اسلام نے آدھی سے زیادہ مسیحی سلطنتوں کو ختم کر دیا تھا۔ دوسروں کے لئے اس شکست کو قبول کرنا سخت دشوار تھا، اسی لئے اسلامی لشکروں کو روکنے کے لئے صدیوں تک جدوجہد ہوتی رہی حتیٰ کہ خلافتِ عثمانیہ کا خاتمہ ہوا اور اسلامی سلطنت کے حصے بخرے ہوئے اور لادین آمرانہ ممالک کے قیام سے مغرب کی اسلام کو ضرر پہنچانے کی طمع ٹھنڈی ہوئی، تب ۱۴۰۰ سال میں پہلی مرتبہ مغرب نے اپنی توجہ 'سرخ خطرے' کی جانب مبذول کی لیکن (اس کے مٹ جانے کے بعد) اس کی 'نظرِ کرم' اب دوبارہ اسلام پر ہی آ ٹکی ہے۔

مغرب کے ہاتھوں میں سب سے مضبوط ہتھیار 'ذرائع ابلاغ' ہیں جنہیں وہ اسلام کی بھیانک تصویر کشی کے لئے استعمال کر رہا ہے۔ ذرائع ابلاغ کی، اسلام کی کردار کشی کرنے کی خواہش آپ ملاحظہ کریں

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

کہ 'اوکلاہاما' میں بم دھماکے کے دو روز بعد تک یہ ذرائع ابلاغ واقعاتی ثبوت کے بغیر مسلمانوں کو اس میں بالواسطہ ملوث قرار دے رہے تھے، یہی انگلیاں TWA کے فضائی حادثے کے موقع پر پھر مسلمانوں پر دوبارہ اٹھائی گئیں۔ چھوٹے چھوٹے معاملات میں بھی ذرائع ابلاغ کسی مسلمان کے مذہبی پس منظر کی نشاندہی کرنے میں مستعد نظر آتے ہیں۔

ہالی وڈ نے بھی توہین اسلام کا ارتکاب کیا ہے۔ اس کا اسلام پر جدید بہتان Tactical Combat نامی فلم ہے جس میں عراقی مسلمانوں کی حالتِ زار سے صرفِ نظر کرتے ہوئے خلیج میں امریکی دستوں کی مظلومیت دکھائی گئی ہے۔ Executive Decision نامی فلم ہالی وڈ کا ایک اور حالیہ کارنامہ ہے جس میں چیچن مسلمانوں کو جہاز اغوا کرتے ہوئے 'اللہ اکبر' کے نعرے بلند کرتے دکھایا گیا ہے اور ان روسی فوجیوں کا کوئی ذکر نہیں جنہوں نے چیچن بچیوں کے ساتھ 'گینگ ریپ' کیا۔ یہ دو فلمیں True Lies اور Delta Force جیسی فلموں کی طویل قطار میں ایک تازہ اضافہ ہیں۔

اس قسم کی بے ہودگیوں کے خلاف مسلمانوں کی کسی بھی کاوش کو پہلا سانس لیتے ہی درگور کر دیا جاتا ہے۔ اسلام اور اس کے شاندار ماضی پر بننے والی ہر دستاویزی فلم کا مسلمانوں کو بڑے خودغرض اور دولت پرست ظاہر کرنے والی فلموں سے موازنہ کیا جاتا ہے۔ سربیائی قتل عام کا نشانہ بننے والوں کی ایک جھلک کا الجزائر میں 'مسلمانوں' کے ہاتھوں قتل ہونے والے معصوم بچوں کی سینکڑوں قسطوں سے تقابل کیا جاتا ہے۔

اسلام کے پیغام کو مسدود کرنے کا اَدبی طریقہ اس کے ماخذوں کو بدلنا یا ٹکڑوں میں بانٹنا ہے۔ غیر مسلموں کے تراجم قرآن میں اب بھی مضحکہ خیز مفاہیم اور حاشیوں کی بہتات ملتی ہے۔ ایک مغربی زبان میں قرآن مجید کا پہلا ترجمہ ۱۱۴۲ء میں رابرٹ آف کیٹن نے کیا تھا۔ اس کام میں زبردست معاونت ایک عیسائی (خانقاہ کے صدر) راہب پیٹرو ویز یلے نے کی تھی جو اکثر کہا کرتا تھا

''میں تم (مسلمانوں) تک اسلحہ سے نہیں الفاظ سے، طاقت سے نہیں دلیل سے، نفرت سے نہیں محبت کے لبادے میں پہنچوں گا۔''

دلچسپ بات ہے کہ اس نے اپنے کام کا عنوان رکھا ''قابل نفرت 'کفر' یا عربوں کا فرقہ''..... دیگر تراجم میں ۱۷۳۴ء میں جارج سیلے کا ترجمہ، ۱۸۶۱ء میں راڈویل کا ترجمہ، ۱۸۸۰ء میں پالمر اور ۱۸۸۲ء میں ویرے کا ترجمہ سامنے آئے۔ مغربی علماء کی استعمال کردہ اصطلاحات جیسے 'محمڈن' اسلامی اصولوں کے غلط مفہوم کو مزید بڑھاتی چلی آ رہی ہیں۔ جامعات میں پڑھی اور پڑھائی جانے والی تاریخ کی کتب غیر مسلم مستشرقین کی لکھی ہوئی ہیں جن میں انہوں نے اپنے مذہبی تعصب کا اظہار کیا ہے۔ حتیٰ کہ اسلامی علوم کے

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

استاد بھی عموماً غیر مسلم ہوتے ہیں جو اسلام کا 'مخصوص' مفہوم اپنائے ہوئے ہیں جو مسلم اکثریت کے عقائد کے خلاف ہے۔ مثلاً آسٹریلیا کی بہت سی جامعات میں اشتعال انگیز تصورات کی تعلیم دی جاتی ہے جیسے کہ حجاب اسلامی حکم نہیں بلکہ صرف ایک تہذیبی مظہر ہے۔ معاملات میں سود بھی جائز ہے، اگر اس کی شرح بدلتی رہے اور عورت سے متعلق بہت سے اسلامی قوانین محض تہذیبی قوانین ہیں یا پھر نبی اکرم کی بجائے حضرت عمر بن خطابؓ کے عقیدے کا حاصل ہیں (یعنی حضرت عمر نے انہیں اسلامی شریعت کا حصہ بنایا)۔ متعصب مصنّفین جیسے فاطمہ مرینسی کا نصاب میں کثیر حصہ ان اداروں میں تعلیم کے محرکات کے افسوسناک پہلوؤں کا عکاس ہے۔ حتیٰ کہ قرآن کے نام نہاد تضادات کو نمایاں کرنے کی کوشش میں لکھی گئی کتابیں بھی فریب خوردہ اور جھوٹ سے لبریز ہوتی ہیں۔ ان میں سیاق وسباق کو نظر انداز کرنے کا غیر اخلاقی اصول بھی اپنایا جاتا ہے۔ رابرٹ مورے اپنی کتاب 'اسلامی حملہ، دنیا کے تیزی سے بڑھتے ہوئے مذہب کا مقابلہ' میں قرآن کی بعض آیات اور فرمودات نبویؐ کو اپنے ناشائستہ محرکات کی تائید کے لئے لاتا ہے۔ ایک مسلمان اس قسم کی کتب کو پڑھ کر ان کے غیر علمی معیار اور کھلی دشنام طرازی پر قہقہے لگائے گا۔ تاہم ایک غیر مسلم ان دلائل سے دامِ فریب میں بآسانی آ سکتا ہے، ذیل میں اس کے خلاف چند ثبوت ہیں

۱۔ وہ کہتا ہے کہ نبیؐ نے سیاہ فاموں کو 'منقہ سر والے' کہہ کر نسل پرست ہونے کا ثبوت دیا۔ (ص:۱۸۲) حالانکہ اصل حدیث کا مطلب ومفہوم اس سے یکسر مختلف ہے

''سنو اور اطاعت کرو خواہ تم پر ایک منقہ سر والا حبشی غلام امیر بنا دیا جائے۔'' (صحیح بخاری)

۲۔ آپؐ نے کعبہ کے سیاہ پتھر کی پرستش کی (ص:۱۸۷) جب کہ نبیؐ نے کبھی اللہ کے سوا کسی کی عبادت کا اشارہ تک نہ دیا۔

۳۔ وہ (مورے) نبیؐ کی طہارت کا مذاق اڑاتا ہے کہ آپؐ اس قدر وہمی (معاذ اللہ) تھے کہ رفع حاجت کے بعد اپنے جسم کو کئی بار دھوتے تھے۔ کوئی بھی مہذب آدمی اس بہتان پر مصنف کی دانش پہ کیا حکم لگائے گا۔

۴۔ وہ کہتا ہے کہ نبیؐ نے خودکشی کرنے کی کوشش کی (ص:۷۷) لیکن اس نامعلوم واقعہ کا کوئی حوالہ پیش نہیں کرتا ہے، یہ اس کی اسلام کی تضحیک کی ایک اور اوچھی حرکت ہے!

۵۔ بائبل کو قرآن کا ماخذ قرار دے کر گویا قرآن کی تحقیر کرتا ہے۔ تضادات سے لبریز بائبل قرآن کا ماخذ کیسے ہوسکتی ہے؟؟

امریکی فوج نے اپنے یورپی اتحادیوں کے ساتھ مل کر کبھی بھی کسی اسلامی نشاۃِ ثانیہ کی تحریک کو دبانے کا موقع ضائع نہیں کیا بلکہ اس نے تو مسلمانوں کو اپنے وقار، خطے یا مذہب کے دفاع کے لئے

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

لڑنے کے مسلمہ حق سے بھی محروم کر رکھا ہے۔ اس کی مثال بوسنیا کی جنگ ہے جہاں مسلمانوں کو نہ صرف ہر قسم کی بین الاقوامی فوجی معاونت سے محروم رکھا گیا بلکہ مکمل طور پر اپنا دفاع خود کرنے کا پابند کر دیا گیا۔ جو ملک مسلمانوں کے مفادات کی نمائندگی یا قرآن کو اپنا قانون قرار دے کر اُٹھنے کی کوشش کرتا ہے ہر طرف سے 'حملوں' کی زد میں آجاتا ہے۔

جب افغان مجاہدین کی حمایت سے مغربی اَقوام کے مفادات وابستہ نہ رہے تو انہوں نے مسلمانوں کی ایک اسلامی ریاست کی اُمید کو سبوتاژ کرنے کے لئے داخلی خانہ جنگی شروع کرا دی۔ مالی مدد روک دی اور مسلمانوں (مجاہدین) کو وطن واپسی پر گرفتار کیا گیا، تشدد کا نشانہ بنایا گیا، پابندِ سلاسل کیا گیا حتیٰ کہ موت کے گھاٹ اتارنے سے بھی دریغ نہ کیا گیا۔ سعودی عرب جیسا ملک بھی جس نے افغان جہاد کی زبردست حمایت کی تھی، امریکی پالیسیوں کے زیر اثر آکر ایسے افراد کو گرفتار کرنے کے لئے تیار ہے جس کا مجاہدین سے کوئی تعلق ہو۔ اس دوران امریکی حکومت ان ممالک کو فوجی مدد کے ذریعے اور مسلم معاشروں کی تذلیل کے لئے مسلم حکمرانوں کو استعمال کر کے مسلم نقوش کو پراگندہ بنانے کا غلیظ عمل جاری رکھے ہوئے ہے۔ نابینا مذہبی رہنما ڈاکٹر عمر عبدالرحمٰن کی اسیری اس کی ایک مثال ہے۔ ڈاکٹر عمر پر ورلڈ ٹریڈ سنٹر میں بم دھماکے کا الزام لگایا جاتا ہے۔

قابل غور سوال ہیں کہ اخبار 'واشنگٹن پوسٹ' کو وہ مضامین شائع کرنے پر کیا چیز اکساتی ہے جن میں اس قسم کے بیانات ہوتے ہیں: ''اسلامی بنیاد پرستی فوجی اور متشدد حیثیت سے ایک جارح انقلابی تحریک ہے جیسے ماضی میں بالشویک، فاشسٹ اور نازی تحریکیں تھیں''۔ مشہور کالم نویس ایسی دہائیاں کیوں دیتے ہیں کہ ''اسلام کی جمہوریت دشمن قوت کی حیثیت سے شناخت ضروری ہے جو کہ سرد جنگ کے بعد اب امریکہ کا نیا عالمی دشمن ہے'' یا آسٹریلوی سیاست دان گریمے کرپمپ بیل کیوں یہ اعلان کرتے پھرتے ہیں ''میں اپنے ملک میں اسلامی لوگوں کو رکھنا نہیں چاہتا اور ان کے لئے کوئی فنڈ نہیں ہے۔ اگر یہ فعل مجھے نسل پرست بناتا ہے تو میں نسل پرست ہوں۔'' ان سوالات کا ٹھوس جواب مسلسل صدیوں سے جاری 'برین واشنگ' کے ساتھ ساتھ 'نیا سبز خطرہ' ہے جسے امریکی ایجنڈے میں مرکزیت حاصل ہے۔ امریکی کانگریس پہلے ہی اسلامی بنیاد پرستی کے عالمی خطرے پر کئی فیصلے صادر کر چکی ہے۔ وسط ایشیا میں ترکی زیر نگرانی رہنے والی 'قوت' بن چکا ہے، سعودی عرب میں امریکی رسوخ بہت بڑھ گیا ہے، سوڈان پہلے ہی پابندیوں کی زد میں ہے، اور الجزائر کی سوشلسٹ فوجی آمریت کے بھی غیر ملکی مدد سے ہاتھ مضبوط کئے جارہے ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

جیسے سرخ خطرے کو مٹانے میں تیسری دنیا کے ممالک نے امریکہ کی خوب مدد کی ہے، اسی طرح اب یہ ممالک 'سبز خطرہ' کو روکنے کی کوششوں کے ذریعے امریکہ کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوششیں بھی کررہے ہیں۔ خلیجی جنگ نے مصر، ترکی، اسرائیل، پاکستان اور بھارت جیسے ممالک کو موقع دیا کہ مغرب کے اسلامی بنیاد پرستی کے خوف سے فائدہ اٹھاسکیں۔ اسرائیل اپنے دفاعی ساز وسامان کے لئے امریکی فنڈ لینے کے زیادہ قابل تھا۔ وہ عراق کے نیوکلیائی مراکز پر حملے کی توجیہ کرنے کی اہلیت بھی رکھتا تھا اورمتاثرین کوتل ابیب میں اُترنے کی پیشکش بھی کرسکتا ہے۔ ترکی نے عراقی پائپ لائنوں سے تیل کے بہاؤ کو روکنے میں تیزی دکھائی اور اپنے 'انجرلک' Incirulk ہوائی اڈے تک امریکی فوجی طیاروں کو کامل رسائی فراہم کی جس کے بدلے میں ترکی، یورپی برادری سے جا ملنے کا خواب دیکھ رہا تھا۔ مصر کو امریکہ کی مالی مدد، دفاعی وفکری تعاون کی سخت ضرورت تھی تاکہ اپنی غیر مقبول حکومت کو جاری رکھ سکے۔ یہ امریکہ سے اپنا ۷/ارب ڈالر کا قرض معاف کرا چکا ہے اور خطے کی سلامتی میں اہم کردار ادا کرنے کے وعدے کرتا پھرتا ہے۔ سعودی عرب اپنی داخلی سلامتی کے لئے امریکہ سے اتحاد برقرار رکھنے میں گہری دلچسپی رکھتا تھا۔ سرد جنگ کے بعد کے دور میں بھارت کو خود کو مغرب سے مربوط کرنے میں دلچسپی تھی تاکہ خود کو ایشیا اور پاکستان کے 'اسلامی خطرے' کے خلاف ایک متحرک قوت کی حیثیت سے پیش کرے۔

مسلم معاشرے اپنے آپ کو مغربی تسلط کا ہدف سمجھ رہے ہیں کیونکہ دنیا کا سب سے 'مقدس ذخیرہ' تیل ان کے پاس ہے۔ آج کی جنگوں میں تیل اور اس کی فراہمی کے راستے پر قبضہ ایک اہم نقطہ ہے اور خلیج میں امریکی مفادات کے پس پردہ اسباب میں بھی ایک اہم سبب یہی ہے۔ جس مسلم آبادی کے ملک نے بھی اپنے تیل کو محفوظ رکھنے کی کوشش کی ہے، جواب میں اسے مغرب کے زبردست فوجی یا ابلاغی ایکشن کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ یہی معاملہ عراق اور لیبیا کا ہے۔ ان امور کا ایک المناک پہلو یہ بھی ہے کہ 'ظالم حکومتوں رحکمرانوں' کو تو سزا نہیں دی جاتی ہے بلکہ عام آبادی کو 'انقلابی' یا 'امن و استحکام کے لئے خطرہ' کے القاب دے کر تجارتی پابندیوں یا گولہ بارود کے حملوں کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔

اسلام کی بدنامی بڑی حد تک یہودیوں کے 'کارناموں' کی بدولت ہے۔ اس کی تاریخ نبی ﷺ کی وفات کے وقت سے شروع ہو جاتی ہے۔ انہوں نے آپؐ سے معاہدہ شکنی کی۔ نبیؐ کے کردار کے متعلق جھوٹ پھیلائے اور بعد ازاں جھوٹی احادیث تراشیں اور پھر فیصلہ کن لمحہ اس وقت آیا جب ۱۹۰۱ء میں یہودیوں کے ایک وفد نے خلیفہ سلطان عبدالحمید دوم کو فلسطین کے بدلے ہتھیار اور سلطنت کے قرض کی ادائیگی کی پیشکش کی۔ ان کے انکار پر یہودی تلملا اٹھے۔ فلسطین کی سرزمین پر قبضہ کرلیا اور یہاں کے

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

باسیوں کو بے وطن کر ڈالا۔ یہودی مغربی دنیا کا دل جیتنے کے لئے ہر گندے سے گندا حربہ اختیار کرنے میں عار نہیں سمجھتے۔ دنیا کی توجہ قتل عام کی روح فرسا تاریخ سے ہٹانے کے لئے آگ پر ماتم کرنے کا ڈھونگ ایسی ہی ایک سازش رہی۔ ہالی وڈ، ذرائع ابلاغ اور کانگریس میں ان کی مداخلت سے 'صہیونی مقاصد' کو زبردست تقویت ملی ہے۔ اسرائیل مسلمانوں کی ناموس، زمین اور خون کی قیمت پر دنیا کی ہمدردی، مدد اور تائید وصول کرنا جاری رکھتا ہے۔ انسانی حقوق کی پامالی کے بھیانک ریکارڈ کی توجیہ کے لئے انہیں اسلام سے بہتر قربانی کا کوئی اور بکرا میسر نہیں ہے جو صہیونی عزائم کی بھینٹ چڑھ سکے۔ انہیں اپنے نیوکلیائی اسلحہ خانے کی تعمیر کیلئے 'بنیاد پرستی کے جن' کی ضرورت ہے وگرنہ انہیں اب کوئی 'عرب خطرہ' درپیش نہیں ہے۔

اس بات سے زیادہ اخلاق سوز کوئی اور بات نہیں کہ 'اسلام کا نام بکتا ہے'۔ بم دھماکے یا ہائی جیکنگ میں 'مسلم بنیاد پرستوں' کے ملوث ہونے کا اشارہ کر کے اسے صفحہ اوّل کی خبروں میں گھسا دیا جاتا ہے۔ ناقص مواد اور سستی تصویریں اس اشارے کے ساتھ پھیلائی جاتی ہیں کہ نیوکلیائی ہتھیاروں کے 'پجاری' مسلمان انقلاب پرست عالمگیر سلطنت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اسلامی عسکریت سے لڑنے کے نعرے کے ساتھ سیاسی مہم لڑی اور انتخابات جیتے جاتے ہیں۔ سابق امریکی صدر بش کی انتظامیہ نے بھی یہی داؤ کھیلا جب انہیں امریکی سیاسی تاریخ میں انتہائی کم حمایت حاصل تھی اور اس داؤ نے خلیج کی جنگ کے بعد ان کی مقبولیت میں اضافہ کر دیا۔ جس کا ایک ثبوت حالیہ امریکی صدر جارج واکر بش ہیں جو انہی سابق صدر بش کے فرزند ہیں اور جن کی انتظامیہ کو عہدوں کے لئے جس میرٹ سے گزرنا پڑا، اس کا انحصار خلیج کی جنگ میں کارکردگی پر تھا۔

شاتم رسول سلمان رشدی ایک ایسی کتاب کو فروخت کرنے کے قابل ہوا جسے تنقید نگاروں نے درخورِ اعتنا نہیں سمجھا تھا جیسا کہ ایک نامور ادبی تجزیہ نگار جولین سموئیل کہتا ہے:

> ''شیطانی آیات، حفاظت اور بین الاقوامی ادبی شرافت کے نازک پردوں کے لئے بنائی گئی ایک عالمانہ وشائستہ مصلحت ہے جس کا کم از کم ایک مقصد تو 'سریلزم' کے بلند آہنگ کے ساتھ مربوط اور بھاری ادبی تخلیق ہے لیکن اس کا بڑا حصہ بے توجہی سے بیان کئے ہوئے بے ضرر تجربے پر مشتمل ہے۔ افسوس ناک امر ہے کہ کتاب بے مزہ ہے کیونکہ ٹھوس تاثر تخلیق کرنے کی کوشش غیر معیاری اور زیادہ تر بدتر اور غیر تجرباتی ہے۔'' ..... مزید ''یہ کتاب من گھڑت، غیر اہم اور اکتا دینے والی ہے۔ یاد رکھنے کے لائق کوئی بھی بات یہ پیدا نہیں کرتی ہے۔''

دراصل سلمان رشدی کی کتاب ملول اور رنجیدہ کر دینے والی کتابوں کی فہرست میں آتی ہے۔ 'شیطانی آیات' محض مسلم معاشروں کو اپنے مذہب کی ناموس پر اشتعال دلا کر جو کہ ایک فطری امر تھا، بیچی

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

گئی۔ اور جلتی پر تیل کا کام میڈیا نے کیا جس نے نبی مہربان ﷺ اور آپؐ کی ازواجِ مطہرات کی شانِ اقدس میں نازیبا کلمات کی تشہیر کر کے اس کتاب کو ہاتھوں ہاتھ بکنے والی کتب کے ساتھ لا کھڑا کیا۔

اسی طرح نائک (Nike) ایک کمپنی ہے جو اسلام کے ذریعے نفع کما رہی ہے۔ ان کا مسئلہ ۱۹۹۷ء میں 'ایئر نائیک' کے نام سے مشہور ہوا جس میں AIR کو لفظ 'اللہ' سے ملتے جلتے انداز میں عربی رسم الخط میں لکھا گیا تو مسلم معاشروں کی طرف سے غم و غصے اور احتجاج کی ایک لہر دوڑ گئی۔ امریکہ میں انہیں بند کر دیا گیا لیکن آسٹریلیا میں ان کی مصنوعات کی فروخت جاری رہی اور نائیک آسٹریلیا نے اس اشتعال انگیز پروڈکٹ پر پابندی کی درخواستوں کو مسلسل نظر انداز کیا۔ اسی طرح امریکہ میں دسمبر ۱۹۹۰ء میں Ancheuser - Busch`s Budwiserbeer نامی ٹی وی اشتہار میں ایک اداکارہ کو اپنی چھاتی پر (عربی میں) 'بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' لکھ کر دکھایا گیا اور خوب نفع سمیٹا گیا۔

'اسلام' نے ہمیشہ مغرب کے لئے ایک مفید کاروباری مشین کی خدمت سرانجام دی ہے۔ صلیبی جنگوں کے دور میں اس نے کمزور اور منتشر ریاست اور مذہبی نظام کو یکجا کرنے کا کام کیا۔ اس نے چرچ کو اپنے عوام پر دوبارہ کنٹرول کا موقع دیا اور اس کے اندھا دھند ٹیکسوں کو ایک جواز فراہم کر دیا۔

اسلامی عظمت کا خسارہ خلافت کے نقصان کی صورت میں ہوا ہے کیونکہ خلیفہ نے ہی ایسی فوج بھیجنے کی دھمکی دی تھی جس کا آخری سپاہی بغداد اور پہلا روم کے دروازے میں کھڑا ہوگا، اگر ایک بھی مسلم عورت کو رومی فوج نے آزاد نہ کیا۔ سلطان عبدالحمید نے اپنی حکومت کے آخری ایام میں بھی اسلام کے دفاع سے نہ ہٹنے کا فیصلہ برقرار رکھا تھا۔ فرانسیسی مصنف والٹیر کی تصنیفات کی بنیاد پر فرانس اور برطانیہ میں ایک 'کھیل' سٹیج ہوا جس کا عنوان تھا ''محمد یا جنونی؟'' جس میں نبیؐ کے کردار پر حضرت زینبؓ و زیدؓ کے نکاح کے ذریعے گرد اُڑائی گئی، جب خلیفہ کو اس 'کھیل' کی اطلاع ملی تو انہوں نے فرانس میں اپنے سفیر کے ذریعے فرانسیسی حکومت کو کھیل جاری رکھنے کی صورت میں سنگین ردعمل کی تنبیہ کی۔ فرانس نے فوراً 'کھیل' روک دیا اور یہ گروہ انگلینڈ چلا گیا جب یہی وارننگ انگلستان پہنچی تو جواز تراشا گیا کہ ٹکٹیں فروخت کر دی گئی ہیں اور اب 'کھیل' پر پابندی شہریوں کی آزادی پر قدغن لگانے کے مترادف ہے۔ اس پر سلطان عبدالحمید نے دوٹوک انداز میں یہ فرمان جاری کر دیا:

''میں اسلامی اُمہ کو ایک فرمان جاری کر دوں گا کہ برطانیہ ہمارے رسولؐ کی توہین کر رہا ہے۔ میں جہاد کا اعلان کر دوں گا۔''

اس الٹی میٹم پر اظہارِ رائے کی آزادی کے سب دعوے بھلا دیے گئے اور فی الفور 'کھیل' روک دیا

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

گیا۔شاید مسلمانوں کے پاس اس طرح کی آزمائش میں سرخرو ہونے کا یہ واحد حل ہے!!

اسلام اب دنیا کا تیزی سے پھیلتا ہوا دین ہے۔اس کے پیروکار، ذرائع ابلاغ سے اپنی تصویر کشی کے برعکس، غربت یا قوت کے باعث مذہب تبدیل نہیں کر رہے ہیں بلکہ وہ مختلف اقوام، مناصب، مالی ترقیوں اور تعلیمی کارکردگیوں سے تعلق رکھتے ہیں اور صدیوں کی برین واشنگ کے باوجود کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے پتہ چلے کہ یہ رجحان رک یا سست روی کا شکار ہو جائے گا۔زیادہ سے زیادہ متروک چرچ فروخت ہو رہے ہیں جنہیں مسلمان عموماً خرید کر مسجدوں میں بدل رہے ہیں،نفرت اور خوف بھی واضح سے واضح تر ہوتا جا رہا ہے۔افریقہ کی ایونجلسٹ تحریکیں مسلم سماجی بہبود کی تنظیموں اور مجاہد گروہوں کے ظہور پر مٹی جا رہی ہیں۔مسیحی عقائد کی خامیاں اب بہت سے مسلمانوں کو ازبر ہیں۔ہم احمد دیدات جیسے لوگوں کے شکرگزار ہیں جو کسی بھی پارسی کو کسی بھی جگہ چیلنج کرنے اور لاجواب کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔لیکن اپنے مسیحی مفادات یا طرزِ زندگی کے تحفظ کے کھیل میں بے ایمانی اور گندگی در آئی ہے۔ اسلام، نبیؐ کے کردار، اسلامی تاریخ، یا اسلام سے متعلق کسی بھی چیز کو حقیر ظاہر کرنے کے لئے کتب تصنیف کی گئیں، ویڈیوز بنائی گئیں، مضامین لکھے گئے اور کانفرنسیں منعقد کی گئیں۔یہ ساری کوششیں افسوس ناک ہیں مگر اس فریب وجھوٹ کا سب سے المناک حصہ وہ ہے جس میں اس دعوت کو دھندلا کر اس کے نام وہ سب کچھ لگا دیا گیا جو اس میں کسی طور موجود نہ تھا۔

دوسری طرف مغربی اقوام کو اپنے موجودہ طرزِ حیات سے دلچسپی ہے۔حکومتیں اپنے مالی مفادات اور قومی مقام سے لطف اندوز ہوتی ہیں۔بڑی بڑی کارپوریشنیں جو دوسروں پر بدحالی ٹھونستی جا رہی ہیں اپنے وجود سے محروم ہو جائیں گی، اگر اس آبادی نے اسلام قبول کر لیا۔مجرموں کو اسلام کے نظامِ عقوبات سے خطرہ ہے۔جوئے، ناجائز تعلقات اور الکحل میں ملوث لوگ اسلام سے نفرت کرتے ہیں کیونکہ اسلام معاشرے میں ایسی برائی برداشت نہیں کرتا۔سیاست دانوں کو اسلام سے خار ہے کیونکہ یہ ان سے ان کی قوت چھین لے گا۔مگر عام آبادی کو اسلام سے صرف اس لئے نفرت ہے کہ انہیں یہی کچھ سکھایا گیا۔اسی لئے بہت سے 'تھنک ٹینکس' بنائے گئے ہیں مثلاً صہیونیوں کے پاس ''فری مین سنٹر فار سٹریٹیجک سٹڈیز'' ہے جو عام لوگوں کو اسلامی خطرے سے متنبہ کرنے کے لئے ان گنت کتابیں چھاپتا ہے۔۲۶/جنوری ۱۹۹۵ء کو سابق امریکی صدر بل کلنٹن نے ایک انتظامی حکم کے ذریعے کانگریس سے امریکہ میں موجود مشتبہ دہشت گردوں پر سازشی الزامات عائد کرنے، ان پر چندہ جمع کرنے کی ممانعت، ان کی جبری جلاوطنی کی تائید کے لئے کہا۔امریکی ہاؤس سپیکر نیوٹ گنرچ نے مسلح افواج کی ایک کانفرنس میں بتایا کہ امریکی فوج

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اور انٹیلی جنس کے اہلکار اسلام کے عالمگیر پھیلاؤ سے لڑنے کی حکمتِ عملی تیار کریں۔

کوئی اشارہ نہیں ملتا کہ اسلام طویل المیعاد بنیاد پر اپنے دشمنوں کے حملوں سے محفوظ ہوگا۔ مسلمان تاحال ظالموں کے زیر عتاب ہیں جو ناانصافی سے حکومت کرتے ہیں اور کسی طرح بھی اسلام کے پیروکاروں کے نمائندہ نہیں ہیں۔ مسلمان ہر جگہ ملامت کا شکار ہیں۔ 'سی بی ایس' کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ شکاگو کے مسلمان منشیات فروش، انشورنش میں دھوکہ دہی کرنے والے اور دھماکوں میں ملوث ہیں۔ اسرائیلی ایجنٹ سٹیون ایمرسن کی تیار کردہ پی بی ایس کی 'جہاد اِن امریکہ' کا دعویٰ ہے کہ امریکہ کے سارے اسلامی بنیاد پرست بنیادی طور پر دہشت گرد ہیں۔ بین الاقوامی شہرت رکھنے والے 'ریڈرز ڈائجسٹ' نے کئی توہین آمیز مضامین کے ذریعے مسلمانوں اور اسلام پر دشنام طرازی کی ہے جس میں دسمبر ۱۹۹۳ء میں شائع ہونے والا مضمون ''ہم میں دہشت گرد''..... جنوری ۱۹۹۴ء میں شائع ہونے والا ''سب اسلام کے نام پر'' اور جنوری ۱۹۹۵ء کا مضمون ''مقدس جنگ ہمارا راستہ بناتی ہے!'' شامل ہیں۔ بوسنیائی جنگ کے دوران ہزاروں مسلم بچوں کو عیسائیوں نے پرورش کے لئے لیا اور بچوں کو مذہب بدلنے پر مجبور کر دیا حتیٰ کہ جب اصل خاندان نے اپنے بچوں کی واپسی کا مطالبہ کیا تو برطانوی عدلیہ نے انکار کرتے ہوئے انہیں مستقل طور پر 'مغربی والدین' کے حوالے کر دیا۔

اب اس کا انحصار مغربی قوم پر ہے کہ اسلام کو سمجھنے کے لئے پیش قدمی کرے اور ہیڈر کے الفاظ میں ''اسلامی بنیاد پرستوں کو وہ مرض نہیں سمجھنا چاہئے جو ساری آبادی کو متاثر کرنے کے لئے پھیلتا ہے۔''

اسلام کو سمجھنے کے لئے ذرائع ابلاغ کو پرخلوص رویے کی عکاسی کرنی چاہئے، مسلم عوام کی مظلومیت کو واضح کرنا چاہئے اور اعتراف کرنا چاہئے کہ کیسے اسلام نے جدید تہذیب کی ترقی میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ نبیؐ کے اوصافِ حمیدہ پر تہمت درازی کی بجائے مغرب کو آپؐ کے اعلیٰ اخلاقی معیار کا ادراک کرنا چاہئے۔ انہیں سمجھنا چاہئے کہ اسلام نے ۱۴۰۰ سال حکومت کی جس کے زیر سایہ یہود و نصاریٰ پرسکون اور محفوظ زندگی بسر کرتے رہے۔ انہیں ان کے عقائد کی بنا پر نشانۂ ستم نہ بنایا گیا جیسا کہ مسلمانوں کو سقوطِ غرناطہ کے موقع پر اندلس (سپین) میں بننا پڑا۔ انہیں شیروں کے آگے نہیں ڈالا گیا جیسا کہ عیسائیوں نے روم میں مخالف عقائد کے لوگوں کو ڈالا۔ انہیں گھروں سے نکال کر جھونپڑوں میں پناہ لینے پر مجبور نہیں کیا گیا جیسا کہ صرف ۵۰ سال قبل فلسطین میں مسلمانوں کے ساتھ ہو چکا ہے۔ مسیحی علما بھی اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ معاشرے میں یہود و نصاریٰ مالی لحاظ سے خوش حال اور ترقی یافتہ تھے حتیٰ کہ بعض مسلم حکومت کے زیر سایہ اعلیٰ انتظامی عہدوں پر بھی فائز تھے۔

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

موجودہ اسلامی نشاۃِ ثانیہ غربت کے خلاف کوئی ردّعمل نہیں ہے جیسا کہ بہت سوں کا خیال ہے بلکہ اس حقیقت کی بیداری ہے کہ اسلام دورِ حاضر کے مسائل کا حل پیش کرتا ہے۔ لوگ اپنی آزادانہ مرضی اور خوشی سے مذہب تبدیل کر رہے ہیں۔ اسلام کو عورت کی فلاح و بہبود کے لئے خطرہ سمجھا گیا لیکن اس کی کیا توجیہ کی جائے کہ قبول اسلام کی شرح ۴ عورتیں اور ایک مرد ہے۔ اگر قرآن واقعتاً تضادات سے بھرا ہوا ہے تو کم از کم ایک کتاب ایسی آنی چاہئے تھی جو گمراہ جائزوں کے بغیر ٹھوس ثبوت فراہم کر سکے!!

اسلام انفرادی و اجتماعی ہر سطح پر انسانیت کے مسائل کا حل پیش کرتا رہا ہے۔ اسلام ہر فرد خواہ مرد ہو یا عورت کے حقوق اور وقار کا تحفظ کرتا ہے۔ یہ ہر اس محرک کا انسداد کرتا ہے جو معاشرہ کے کسی بھی رکن کے لئے مضر ہو اور اس کے قوانین کسی بھی نئے رجحان، انتخابی مراحل، یا سیاسی رہنماؤں کی مرضی کے مطابق تبدیل نہیں ہوتے ہیں۔ نسلی امتیاز پر مغرب میں مشکل سے ۶۰ء کے عشرہ میں قابو پایا گیا جب آسٹریلیا میں Aborigines کو ووٹ کا حق دیا گیا جب کہ اسلام نے ہر قوم کو مساوی حقوق دیے۔ اسلام میں بدعنوانی، چوری، دھوکہ دہی، عصمت دری، جنسی لعنت اور والدین اور بزرگوں کی تحقیر کو کسی صورت برداشت نہیں کیا جاتا۔ اسلام فیصلہ کرتے وقت ہر قسم کے امتیاز برتنے سے سختی سے منع کرتا ہے اور اس کا نظامِ عدل دوسروں سے بہتر ہے جسے مغرب رفتہ رفتہ اختیار کر رہا ہے۔ کسی شخص سے رعایت نہیں برتی جاتی، کسی رہنما، صدر، فوجی اہلکار یا پولیس افسر کو کسی قسم کی رعایت میسر نہیں ہوتی۔ عورت کو تحویل کا حق ہے، اگر وہ بچے کے مفاد میں بہتر ہو۔ ایک شخص کو مجرم ثابت ہونے سے پہلے بے گناہ سمجھا جاتا ہے اور کسی کو مجرم کہنے کے لئے ٹھوس ثبوت ہونا ضروری ہے۔

اسلام کا معاشی وانتظامی پہلو بھی مغربی معیارات سے بہت آگے ہے۔ اسلام نے منڈی میں مسابقت مخالف رویے سے ہمیشہ منع کیا ہے، اس اصول پر چلنے کے لئے مغرب کو ۱۳۰۰ سال لگے جس کی مثال ۱۸ویں صدی کے اواخر میں امریکہ کا 'شرمن ایکٹ' اور ۱۹۷۰ء کے آخر میں سامنے آنے والا آسٹریلیا کا 'ٹریڈ پریکٹسز ایکٹ' ہیں۔ آسٹریلیا کا ۱۹۷۰ء میں متعارف ہونے والا جدید ویلفیئر سسٹم مسلسل تبدیل ہو رہا ہے اور تبدیلیاں بھی زیادہ تر اس کے اصل متن کے برعکس کی جاتی ہیں لیکن خلیفہ ثانی عمر بن خطابؓ کا متعارف کردہ نظام زیادہ مساوات پر مبنی اور خوشحالی کا ضامن ہے۔ یہ اس وقت منتہائے کمال کو پہنچ گیا تھا جب کوئی ایسا فرد نہیں ملتا تھا جو حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے دور میں ریاست سے اپنی ضروریات کے لئے رقم یا خیرات لے سکے۔ صرف اسلامی اصولوں کو جدید سودی نظام سے بدلنے کے وقت موجودہ بدحالی کا آغاز ہوا کیونکہ سودی نظام نے کئی اقتصادیات بالخصوص ایشیائی خطوں کو دیوالیہ کر کے رکھ دیا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

آج کے حکمران 'انوکھی مخلوق' ہیں۔ وہ فخر وغرور کے ساتھ سلامتی وعیش میں زندگی بسر کرتے ہیں اور ان لوگوں کے لئے کم کام کرتے ہیں جن کے وہ نمائندے ہیں۔ ان کی کم سے کم آمدن بھی آسٹریلیا میں اپنے عام آدمی کی نسبت دس گنا زیادہ ہے اور یہ شرح ۵۰ فیصد تک بھی پہنچی ہوئی ہے۔ وہ اپنے لوگوں سے فاصلے پر رہتے ہیں اور ان کی ضروریات کا انہیں کوئی احساس اور تجربہ نہیں ہے جب کہ نبیؐ نے کبھی سیر ہوکر کھانا نہ کھایا، فاقے کرتے رہے، وہی کھاتے جو دوسروں کو کھانے کے لئے میسر ہوتا تھا۔ آپؐ نے اونٹ یا گھوڑے کی سواری کی اور دوسروں کو بھی اپنے ساتھ ایک ہی سواری پر سوار کرنا پسند فرمایا۔ آپؐ کے دروازے ہمیشہ ضرورت مندوں کے لئے کھلے رہتے اور آپؐ انہیں جانے کے لئے کہنے میں شرم محسوس کیا کرتے تھے۔ اگر جنگ کا موقع آتا تو آپؐ بھی اپنے صحابہؓ کے ساتھ لڑتے۔ آپؐ خود کھانا پکا لیتے، کپڑے سی لیتے، جوتوں کو گانٹھ لیتے اور خود سودا سلف لے آتے۔ آپؐ اپنے لوگوں میں اس انداز سے رہے کہ عام آدمی کے لئے یہ جاننا مشکل ہوتا تھا کہ ان میں نبیؐ کون ہے اور آپ ﷺ کا یہ معمول تادمِ آخر برقرار رہا، پھر آپؐ کے جانشین آپؐ کے اوصافِ عالیہ پر عمل پیرا رہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اس قدر قلیل سامان چھوڑ کر سفر آخرت پر روانہ ہوئے کہ آپؐ کے جانشین عمرؓ بن خطاب کو بھی یہ کہنا پڑا ''اے ابوبکرؓ! آپ نے میرے لئے ایسی سخت مثال قائم کر دی ہے جس پر چلنا میرے لئے بہت مشکل ہے۔'' عمرؓ خود رات کے وقت گلیوں میں گھومتے پھرتے اور ضرورت مندوں، مظلوموں اور اسلامی ریاست کے زیر سایہ حقوق سے محروم لوگوں کو تلاش کرتے۔ اگر لوگ اس انداز میں خوش ہیں اور نبیؐ یا آپؐ کے جانشینوں کی صفات رکھنے والے رہنما سے خوف زدہ ہیں تو پھر مانا جا سکتا ہے کہ اسلام ان کے لئے خطرہ ہے۔ لیکن اگر وہ خود اس طرح کا رہنما چاہتے ہیں تو پھر یہ ذہنی پسماندگی کی علامت ہے کہ وہ اسلام اور اس کے پیروکاروں سے خوف رکھتے ہیں۔

بطورِ مسلمان ہمارا مقصد ایک کٹھن اور دشوار گزار 'لڑائی' ہے۔ انفرادی سطح پر ہمیں کردار و اخلاق کا بلند ترین نمونہ قائم کرنا اور اسے ترقی دینا چاہئے۔ معاشرتی سطح پر کسی بھی ذریعہ ابلاغ سے ہمیں اسلام کے متعلق خالص اور آسان مواد کی فراہمی کو عام کرنا چاہئے۔ اگر ہم غلطی کو دیکھیں تو نتائج سے بے پروا ہوکر اس کی اصلاح ہمارا فرض ہے۔ خلافت کے انہدام کے بعد اب یہ کردار ادا کرنا اور بھی مشکل ہے کیونکہ غیر مسلم اسلام اور اس کے نظام کو وسیع پیمانے پر حالتِ تنفیذ میں دیکھنے سے محروم ہیں۔ وہ اس کی دیگر نظامات سے برتری کا تقابل نہیں کر سکتے کیونکہ اسے نافذ نہیں کیا گیا ہے۔ صرف خلافت کی بحالی ہی اسلام مخالف تحریک کا زور توڑ سکتی اور عالمی برادری کو صحیح اسلام کے متعلق آگاہ کر سکتی ہے!

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

ایک اور فلم مگر کس لئے..... ؟

"Empire of Faith" اسلام پر بنائی جانے والی دستاویز فلم کی ریلیز کے لئے ۸ مئی کی تاریخ کا اعلان ہوا ہے۔ اس فلم کے بنانے والوں کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے اسلام کے متعلق رائج 'منفی تصویر کشی' سے گریز کرتے ہوئے مسیحی مسلم مفاہمت کے لئے قدم بڑھانے کی کوشش کی ہے جو امریکیوں کے ذہن پر پڑی گرد صاف کئے بغیر ممکن نہیں جو طبی پیش رفت یا ہر حد عبور کرتی ہوئی ٹیکنالوجی کی ترقی سے مسلمانوں کا تعلق تسلیم کرنے سے عموماً انکار کرتے ہیں حالانکہ انہیں جاننا چاہئے کہ ہسپتال اسلامی ایجادیں ہیں۔ مسلمانوں نے ہی ارسطو اور دیگر یونانی فلاسفہ کے تخلیقی کام کو محفوظ کرنے کا کارنامہ سرانجام دیا اور وسیع پیمانے پر کاغذ کے استعمال کو متعارف کرانے کا سہرا بھی مسلمانوں کے سر ہی ہے۔ مگر فلم کے پرڈیوسر اور ہدایت کار راب گارڈنر کے الفاظ میں ''امریکہ میں مسلمانوں کے خلاف نفرت پائی جاتی ہے۔ لوگ افغانستان کے اس نوجوان کے متعلق تو سوچتے ہیں کہ جو مجسمے گرا رہا ہے لیکن اس پر دھیان نہیں دیتے جو گلی گوچوں میں ڈاکٹر یا دندان ساز کے روپ میں لوگوں کا درد رفع کر رہا ہے۔''

اڑھائی گھنٹے کے دورانیہ پر محیط ایک ہزار سالہ اسلامی فتوحات کے 'مثبت' نقوش اُبھارنے والی اس فلم کے خالق گارڈنر نے جو انقلاب ایران کے بعد سے وہاں کام کرنے والے پہلے فلم ساز ہیں، بتایا کہ ایرانی سب مسلمانوں سے زیادہ تعاون کرنے والے ہیں۔ انہوں نے اس فلم کا کام تیونس، مصر، اسرائیل، شام، سپین اور ترکی میں بھی کیا ہے۔ یہ فلم بھی (جیسا کہ اکثر مغربی ذرائع ابلاغ میں اسلام کے متعلق منفی پراپیگنڈہ ہوتا ہے) کسی حد تک منفی تاثرات کو اُبھارتی ہے جس کا اعتراف اسلامی فنون کی تاریخ کے ماہر Esim atil نے ان الفاظ میں کیا ہے ''یہ سخت گیر ہوسکتی ہے لیکن اس نے عثمانیوں کے لئے مفید کام کیا ہے۔'' خصوصاً فلم میں عثمانی سلطان کے ہاتھوں غلام بنائے جانے والے عیسائی بچوں کا منظر واقعی دلخراش اور دل آزار ہے لیکن اس فلم کے ہدایت کار کا اصرار ہے کہ فلم بنیادی طور پر عیسائیوں، مسلمانوں اور یہودیوں کے مابین اشتراکِ باہمی مثلاً توحید ربانی وغیرہ پر زور دیتی ہے اور اختلافات سے صرفِ نظر کرتی ہے۔ گارڈنر توجہ دلاتا ہے کہ یہودی و مسیحی مخاصمت کی ایک طویل تاریخ کے بعد اب آپس میں وہ امریکہ میں تقریباً شیر وشکر ہو چکے ہیں اور یہی مسلمانوں کے ساتھ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ عیسائیوں کے ساتھ محبت و مودّت کا رشتہ استوار کرلیں۔

ہدایت کار کے دعویٰ کے مطابق پہلی مرتبہ اس فلم میں توحید اور اسلامی عدلِ اجتماعی کے ساتھ ساتھ اسلامی تعلیمات کو اس قدر مفصل انداز میں سکھانے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اس کا اپنا بیان ہے ''یہ سارا مذہب نہیں ہے اس کی وضاحت کے لئے وقت درکار ہے۔'' دوسری طرف سنجیدہ مسلم حلقوں نے اس فلم کو 'محمد ﷺ' کے چہرۂ مبارک کی پینٹنگ دکھانے پر شدید تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ آغازِ اسلام سے لے کر سلطنتِ عثمانیہ کے سلطان سلمان کی عہد تک کی عکاسی اس فلم میں کرنے کے علاوہ جزوی طور پر مسلم دنیا کے دیگر مسائل مثلاً مسلم ممالک کے کسانوں کے، مغرب کے کسانوں سے زیادہ نفیس وصاف ستھرے ہونے کے باوجود اَن پڑھ اور غریب رہ جانے کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

مغربی دنیا سے اس قسم کی فلموں کی تیاری و اجرا کوئی نئی بات نہیں، ان سے مسلم مسیحی مفاہمت کا وہ ہدف بھی اس وقت تک ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا جب تک اہل مغرب کی کم از کم اسلامی بنیادی تعلیمات اور محسن انسانیتؐ کے روشن کردار کے متعلق معاندانہ روش میں تبدیل نہیں آتی۔

www.KitaboSunnat.com

magazine.mohaddis.com

نقطہ نظر

تحریر: فرانسس روبنس
ترجمہ: افتخار شروانی

اکیسویں صدی اور اُمتِ مسلمہ

زیر نظر مضمون میں اپنے موضوع کو ایک مختلف انداز میں پیش کیا گیا ہے جس سے اتفاق تو نہیں کیا جاسکتا بالخصوص اس میں پیش کردہ حل میں اصلاح کی بہت گنجائش ہے لیکن مستشرق مقالہ نگار کی تجزیاتی صلاحیت اور مربوط پیش کش کی بنا پر اس مقالہ کو محدث میں شائع کیا جارہا ہے کیونکہ اس میں موضوع سے متعلقہ بہت سے مخفی پہلو نمایاں ہورہے ہیں، جس کے مطالعے سے قارئین میں عالمی معاملات کو ایک جامع انداز سے دیکھنے کا طرزِ فکر اور نظر میں وسعت پیدا ہوگی۔ (حسن مدنی)

۲۰۰۰ء میں مسلم دنیا کی حالت پر غور کرنے کے لئے اس کا پچھلی دو صدیوں کی ابتدا کی صورتحال سے موازنہ مفید ثابت ہوگا .....

اُنیسویں صدی کے شروع میں مسلم دنیا کے وہ ایک ہزار سال ختم ہوگئے تھے، جن میں یہ طاقت کا سرچشمہ تھی۔ اس زمانے میں ایک عالمی اسلامی نظام موجود تھا جس کی بنیاد وہ طویل تجارتی شاہراہیں تھیں جو ایشیا سے افریقہ تک اور سمندروں کو پار کرتی ہوئی بحیرۂ احمر سے بحیرۂ چین تک پھیلی ہوئی تھیں۔ انہی شاہراہوں پر علما اور صوفیا بھی سفر کرتے تھے، وہی کتابیں ہر جگہ مطالعہ کی جاتی تھیں اور علم کی ایک ہی زبان تھی جو مراکش اور اندلس سے وسطی اور جنوب مشرقی ایشیا تک پڑھی اور بولی جاتی تھی۔ اس ہزار سالہ دور میں مسلم دنیا تہذیب کی رہبر تھی۔

۱۸۰۰ء میں مسلم دنیا کا زوال اس وقت شروع ہوا جب سلطنتِ عثمانیہ کو بعض علاقے روسیوں اور آسٹریا ہنگری کی مملکت کے حوالے کرنے پڑے۔ دو کلیدی سال تھے: ایک ۱۷۹۸ء، جس میں نپولین نے مصر پر حملہ کیا اور دوسرا ۱۷۹۱ء، جس میں میسور کی مسلمان سلطنت نے انگریز ولزلی سے شکست کھائی۔ یہ دو اہم ناکامیاں ایک ایسی صدی کا نقطہ آغاز تھیں جس میں مسلمانوں کو پے در پے یورپ کے سامنے ہتھیار ڈالنے پڑے.....

۱۹۰۰ء تک حالات اور بھی بگڑ گئے تھے، یہ بات واضح ہوگئی تھی کہ مسلمانوں کی آخری قابل ذکر طاقت، خلافتِ عثمانیہ حکومت کا بچا کھچا ڈھانچہ یورپ کی توسیعی یلغار کے سامنے کھڑا نہ رہ سکے گا۔ ۲۰ سال کے عرصے میں یہ حکومت اناطولیہ میں اپنی بقا کی جنگ میں مصروف تھی۔ ایران پر برطانوی اثر و رسوخ کا

www.KitaboSunnat.com

magazine.mohaddis.com

غلبہ تھا۔ تمام یمن، عرب اور افغانستان کو چھوڑ کر تقریباً تمام مسلم دنیا کسی نہ کسی شکل میں یورپ کی محکوم تھی، مسلم دنیا کے خواص و اَشراف اسلامی علوم کی جگہ یورپی علوم کو ترقی کا زینہ سمجھنے لگے تھے، یورپ کا طرزِ زندگی اور طرزِ فکر مسلمانوں کے مختلف طبقوں میں سرایت کر رہا تھا۔

اکیسویں صدی شروع ہوئی تو صورتِ حال پچھلی دو صدیوں کے مقابلے میں زیادہ روشن نظر آ رہی تھی، آج تقریباً تمام مسلم معاشرے آزاد ہیں، بعض نے اپنی آزادی کو محدود ہو جانے کی کوششیں ناکام بنا دی ہیں جیسے ایران اور عراق۔ خواص کو یہ بھی احساس ہے کہ اگر انہوں نے کسی صورت میں اپنی آزادی کا سودا کیا تو انہیں اس کی قیمت ادا کرنا ہوگی، خصوصاً اسلامی شدت پسندی کی تحریکوں کی شکل میں۔ اس کے ساتھ یہ بھی واقعہ ہے کہ بعض ملکوں میں ان کی آزادی ان معاہدوں سے متاثر ہوئی ہے جو ان کے خواص نے مغربی ممالک کے ساتھ کئے ہیں۔ بعض میں ایسا محض اس اندیشے سے ہوا ہے کہ کہیں مغربی فوجی طاقت ان کے خلاف استعمال نہ ہو۔

بہت سے علاقوں میں بعض معاشرے ایک اور خطرے سے دوچار ہیں۔ مثال کے طور پر ان میں مغربی اقدار اور صافی ثقافت (Consumerist Culture) کی یلغار اتنی شدید ہے جتنی اس سے پہلے کبھی نہ تھی۔ خصوصاً وہ جو برقیاتی (Electronic) ذرائع سے پیدا ہوئی ہے۔ یہ بھی واضح ہے کہ بعض معاشروں میں جہاں اسلامی شدت پسندی نے چند نازیبا حرکتیں کی ہیں، لیکن وہیں اس یلغار کو روکنے میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ فی الحال معاشی اور اقتصادی طاقت کی کنجی مغربی معاشرے کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے برعکس، تیل اور گیس کے بیشتر ذخائر مسلمان ملکوں میں ہیں اور مغربی ممالک اب تک وہ تباہی نہیں بھولے ہیں جو ۱۹۷۰ء کے بعد تیل کی قیمتوں میں اضافے کی وجہ سے انہیں سہنا پڑی تھی۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ اس وقت مغرب کو مسلم دنیا کے متعلق باقی دنیا کی رائے تشکیل دینے میں ایک بلندی کا درجہ حاصل ہے، بلکہ یوں بھی ہے کہ خود مسلم دنیا کو اپنے آپ کو سمجھنے کے لئے مغربی معاونت کی اہمیت واضح ہے، اس کے برعکس، جمہوریت کا وہ طاقتور ہتھیار اور زمینوں کو ہموار کرنے والا آلہ 'انٹرنیٹ' تمام مسلم دنیا میں مسلم تنظیموں کو یہ اہلیت بخش رہا ہے کہ وہ اپنا علم کھلے میدان میں بلند کریں اور اپنے مقاصد، اپنے تخیلات، اپنی تشریحات ان لوگوں کے لئے واضح انداز میں بیان کریں جو ان کا مطالعہ کرنا پسند کریں۔ اس اہلیت سے علم اور تحقیق پر مغربی شکنجہ تو نرم نہیں ہوسکتا، لیکن یہ ایک پشتے کا کام ضرور دے سکتی ہے!!

مغرب کے اس بلند درجے کے باوجود مسلم دنیا کے متعلق مغرب کا دوہرا اور دوغلہ معیار اور بہت سی صورتوں میں صریح لاعلمی، نہایت اہم موضوع ہے۔ اکثر فلسطینیوں، کشمیریوں اور چیچن کے لئے ایک

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

قانون ہے اور ان پر ظلم وتشدد کرنے والوں کے لئے دوسرا۔ اس کے باوجود یہ آثار ہیں کہ سرد جنگ کے خاتمے کے بعد مغربی خیالات اور رجحانات میں یکسانیت اور یک رخی کم ہوئی ہے۔ اب یورپ نے امریکہ کے مقابلے میں بین الاقوامی مسائل پر وضاحت سے اپنی علیحدہ رائے کا اظہار کیا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اپنے خیالات کی حمایت میں وہ اپنی مسلسل ردّعمل کی قوت بھی استعمال کریں۔ یہ قدرتی بات ہے کہ اس فورس کو یورپ اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے استعمال کرے گا۔ یہ بھی یقینی بات ہے کہ تمام یورپی ممالک میں اس امر میں مکمل اتفاق نہ ہو کہ یہ مفادات کیا ہیں؟ اس کے باوجود ۱۹۹۹ء میں، یورپ ہی نے کوسووو (Kosovo) میں پہل کی اور فلسطینی مسئلے پر بھی یورپ (جیسا کہ ان کے اخبارات سے ظاہر ہے) امریکہ کے مقابلے میں زیادہ متوازن رائے رکھتا ہے۔

اس رائے کی حمایت میں کہ مسلم دنیا کی ترقی کا امکان ۲۰۰۰ء میں ۱۸۰۰ء یا ۱۹۰۰ء کی نسبت زیادہ ہے، بعض عوامل پر غور کرنا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ دو مزید عوامل ایسے ہیں، جن کی بنیاد پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ آنے والی صدی میں مسلمان ملکوں کے اثر ورسوخ میں اضافہ ہوگا۔ پہلا تو یہ ہے کہ پچھلے پچاس سال میں مسلمانوں نے مغربی ملکوں میں اس طرح اپنی جگہ بنائی ہے کہ عثمانیہ اَدوار میں بھی ایسے نہیں ہوا تھا۔ معاشی کشمکش اور بہتر زندگی گزارنے کی خواہش کے زیر اثر مسلمان بڑی تعداد میں یورپ اور شمالی امریکہ نقل مکانی کررہے ہیں۔ یہ مسلمان نہ صرف اسلام اور جدیدیت کے متعلق نئے خیالات منظر عام پر لاسکتے ہیں☆ جو مسلمان معاشروں کے لئے ایک خمیر کا کام دیں بلکہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کی موجودگی سے مغربی ممالک کی حکومتیں بھی مسلمانوں کی تشویش اور دنیا کے متعلق ان کے خیالات سے زیادہ متاثر ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے صہیونی عنصر کے اثر ورسوخ میں کمی ہوجائے۔ مثال کے طور پر یہ مسلمان ضرور بارسوخ عہدوں پر فائز ہوں گے اور اس طرح مغربی معاشرہ ان کے خیالات پر زیادہ توجہ دے گا۔ البتہ اس دوہرے عمل میں دیر لگ سکتی ہے اور اس پر قطعی فیصلہ کرنا بھی مشکل ہے۔

دوسرا غور طلب امر یہ ہے کہ اکیسویں صدی میں مسلمانوں کی آبادی میں اضافہ ہوگا۔ بہت سے مسلمان ملکوں میں ۲۵ سال سے کم عمر کے باشندے کل آبادی کا دو تہائی ہیں جیسے کہ ۱۹۷۰ء میں ایران میں ہوا۔ عمر کا یہ تناسب انقلابی نتائج پیدا کرسکتا ہے اور اگر یہ نتائج اسلامی نظریے سے ہم آہنگ ہوں تو

☆ یہاں غور طلب امر یہ ہے کہ معیارِ زندگی کی تلاش میں باہر جانے والے مسلمان میں غالب اکثریت ایسوں کی ہے جو صرف اسلامی گھرانوں میں پیدا ہونے کی بنا پر مسلمان ہیں، وگرنہ انہیں اپنی تہذیب اور اسلامی علمی ورثہ یا اسلامی تصورات سے بھی خاص آگاہی نہیں۔ کیونکر ممکن ہے کہ وہ وہاں جاکر مؤثر قوت بننے کے بجائے خود متاثر نہ ہوجائیں۔ اس نقل مکانی کے متعدد پہلو ہیں جن میں سردست خیر کی بجائے شر کے امکانات زیادہ ہیں، باقی اللہ کی تدبیر اور اسکے فیصلے سب پر غالب ہیں۔ (حسن مدنی)

www.KitaboSunnat.com

magazine.mohaddis.com

اس سے دنیا کے معاملات میں اسلامی خیالات کا فروغ ہوسکتا ہے۔

مسلمان جو آج دنیا کی آبادی کا پانچواں حصہ ہیں، مستقبل قریب میں ایک چوتھائی کے قریب ہوسکتے ہیں۔ آبادی کے اس اضافے سے بہت سی مشکلیں بھی پیدا ہوں گی لیکن امکان یہی ہے کہ آنے والی صدی میں اسلام کے ماننے والوں کی تعداد عیسائیوں، ہندوؤں اور چینیوں کے مقابلے میں زیادہ ہوگی۔☆

(۱) اکیسویں صدی کے اس معمول سے امید افزا سیاق وسباق میں اسلام اور مسلم معاشرے کیا ہمی تعلقات کے موضوع پر چند معقول سوال پیدا ہوتے ہیں۔ سب سے اول تو یہ اختیار واقتدار (یعنی شریعت کی تعبیر کا اختیار کسے ہو اور اس ضمن میں کس کی رائے کو وقعت دی جائے) کا مسئلہ ہے۔ اسلام کے نام پر کس کو فیصلہ کرنے کا اختیار اور حق ہے؟ انیسویں صدی تک اس موضوع پر بحث کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ یہ اختیار علما کے پاس تھا، بے شک علما کے درمیان اختلافات بھی تھے، لیکن تمام مسلم دنیا میں علما کے طریقۂ تعلیم میں ایک قسم کی یکسانیت تھی، اکثر ایک ہی قسم کی کتابیں استعمال ہوتی تھیں۔ علما ایک ملک سے دوسرے ملک سفر کرتے تھے اور ایک دوسرے سے سیکھتے تھے۔ ان کے اختلافات کے باوجود ان کا مستقبل کا تصور مشترک تھا۔ بعض اوقات حاکم ان کی رائے سے ناخوش بھی ہوتے تھے جیسے جہانگیر اور شیخ احمد سرہندی اور صفوی شاہ، سلطان حسین اور مجلسی وغیرہ۔ لیکن اس معاملے میں کسی کو شبہ نہیں تھا کہ دینی تشریح و تفسیر کا اختیار کس کا ہے۔ بلاشبہ، زبان اور مہارت کی بنا پر صرف علماء ہی کو اسلام کی تشریح کا حق تھا۔

دو تبدیلیاں ایسی ہوئیں، جن کی وجہ سے مستند تشریح کا معاملہ بالکل بدل گیا، ایک تو وہ نمایاں فرق ہے جو اسلام میں پچھلی دو صدیوں میں مسلم حاکمیت کے زوال اور مغرب کی غالب حیثیت کے پس منظر میں پیدا ہوا۔ اس سے اصلاح اور احیا کی تحریک پیدا ہوئی۔ عقیدے اور عمل کی دنیا سے بے نیازی اور کسی روحانی رہبر کی وساطت سے اللہ سے رشتہ قائم کرنے کی بجائے اللہ سے کسی وسیلہ کے ذریعے رشتہ استوار کرنے کو برا سمجھا گیا اور نجات حاصل کرنا انسان کے اپنے ضمیر سے منسلک کیا گیا۔ اس زمین پر اللہ نے انسان کو کچھ مقاصد حیات دے کر بھیجا ہے اور یہ اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ خوفِ خدا کی بنیاد پر معاشرہ تشکیل دے۔ ڈاکٹر اقبال انسان سے اللہ کی بارگاہ میں یوں عرض کراتا ہے: ''اللہ تو نے رات بنائی، میں نے چراغ جلایا، تو نے مٹی بنائی، میں نے پیالہ تشکیل دیا'' اس طرح اسلام کی دنیاوی ضروریات کی تاکید کی گئی۔

☆ اسی پریشانی کے مداوے کیلئے عالمی ادارے مسلمانوں میں فیملی پلاننگ کی ہرممکنہ سرپرستی بلکہ امداد کو اس سے مشروط قرار دے رہے ہیں کہ جس پریشانی اور نوجوان نسل کی کمیابی کے مسئلے سے وہ دوچار ہیں، مسلمان بھی ہوجائیں۔ (حسن مدنی)

www.KitaboSunnat.com

magazine.mohaddis.com

دوسری تبدیلی تھی، انیسویں صدی میں چھپائی (طباعت) کا رواج۔ قرآن، حدیث اور متعلقہ علوم کا مقامی زبانوں میں ترجمہ اور تعلیم کی توسیع، اس طرح اسلام کے مآخذ ہر شخص کو حاصل ہونے لگے۔ اور تشریح وتفسیر پر علما کی اجارہ داری ٹوٹ گئی☆۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں نے زیادہ تعداد میں علما کے فتوے پر بھروسہ کرنے کی بجائے اپنا دین خود سمجھنے کی کوشش کی۔ اجتہاد عام لوگوں کو میسر آ گیا۔ اس میں وہ اسلام پسند بھی شامل تھے، جن کی تعلیم علما کے مدارس کے باہر ہوئی تھی۔ مسلمانوں نے اپنی آواز صرف مدارس سے ہی نہیں بلکہ معاشرے کے ماحول میں بلند کرنی شروع کی، جیسا کہ اقبال نے اشارہ کیا ہے۔ اب 'اجماع' علما کی بجائے عوام کے پاس آ گیا،☆ پچھلے پچاس سال میں اس تاریخی تبدیلی سے یہ سوال پیدا ہوا کہ اس صورتِ حال میں اس تبدیلی کو حکومت کے اداروں کے ذریعے کیسے عمل میں لایا جائے۔ جیسا کہ پاکستان کے آئین کی تبدیلیوں کی مثال سے واضح ہوتا ہے، پاکستان میں اور پاکستان سے باہر یہ موضوع

☆ یہ دعوی کہ دو عوامل (ترجمہ اور اشاعت کی فراوانی) سے اسلام کی تشریح سے مسلمان علماء کی اسلام سے اجارہ داری ختم ہوگئی، بھی محل نظر ہے۔ موصوف کے اس دعوے کا مطلب تو یہ نکلتا ہے کہ شریعت ایک مستقل اور وسیع علم ہونے کی بجائے صرف عربی زبان سے آگاہی کا نام ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو عربی زبان جاننے والے تمام عرب شریعت کے بہت بڑے علما بھی ہوتے جب کہ ایسا نہیں۔ خود تمام صحابہ کرام جو بڑے فصیح اللسان تھے اور انہوں نے لسانِ نبوتؐ سے دین کو سنا تھا لیکن شریعت کے ماہر اور عالم نہیں تھے۔ کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ انگریزی زبان جاننے والے سب لوگ انجینئر اور ڈاکٹر ہوتے ہیں۔ جب ایسا نہیں تو شریعت جیسے فلاح انسانیت کے علم کو کیوں ایسے تصور کیا جاتا ہے۔

یہ مغالطہ ہمارے جدید تعلیم یافتہ طبقے میں بھی بکثرت پایا جاتا ہے کہ اگر وہ عربی زبان جان لیں گے تو شریعتِ اسلامیہ کا علم بھی انہیں حاصل ہوجائے گا، یہی وجہ ہے کہ ایسے لوگ عربی زبان کے شارٹ کورسز میں بڑی دلچسپی سے شرکت کرتے ہیں۔ اس امر میں شبہ نہیں کہ عربی زبان کی مہارت کے بغیر اسلامی شریعت کو گہرائی سے سمجھا نہیں جاسکتا، کیونکہ شریعت کے تمام بنیادی مصادر وماٰخذ عربی زبان میں ہیں لیکن شریعت عربی زبان سے بڑھ کر ایک مکمل، جامع اور بڑا وسیع علم ہے جو بڑی گہرائی، سمجھ بوجھ، محنت اور سیکھنے کا محتاج ہے۔

اسی طرح موصوف کا دوسرا دعویٰ (اشاعت کی فراوانی) بھی درست نہیں۔ اس کا مطلب تو یہ نکلتا ہے کہ علماء اسلام نے دینی کتب یا احکام اسلامیہ لوگوں سے چھپا کر رکھے تھے، وسائل اشاعت عام ہونے سے جب کتب کی دستیابی عام ہوگئی تو شریعت بھی علما کے ہاتھوں سے نکل کر عوام کی دسترس میں آ گئی۔ غالباً مقالہ نگار کو عیسائی ربیودی علما کا تجربہ ہے جو وہ اسی کو مسلم علما پر بھی منطبق کررہے ہیں۔ انہیں غالباً لاکھوں شرکاء اور تلامذہ کے ان اجتماعات کا بھی علم نہیں جو صرف سماعِ حدیث کے لئے محدثین کے پاس جمع ہوتے تھے۔ تعلیم وتہذیب کے اسلامی اَدوار میں مسلمان علماء نے جس قدر ذخیرۂ علم وفن مسلمانوں کے لئے تحریر کیا جس سے یورپ بھی آج مستفید ہوتا ہے، وہ اشاعتِ علم کے لئے ہی تھا۔ مقالہ نگار کے اس دعوے کا مطلب یہ بھی نکلتا ہے کہ کوئی بھی لائبریرین یا بک سٹور کا نگران بہت بڑا عالم ہوتا ہے، جب کہ علم کتابوں کے ہونے کا نام نہیں بلکہ اس کے مطالعے اور اس میں وقت صرف کرنے اور اس میں محنت کرنے سے ہی ملتا ہے۔ (حسن مدنی)

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

آنے والی صدی میں لوگوں کی ہمت اور جوش کا مرکز بنا رہے گا۔

(۲) دوسرا اور پہلے سے منسلک موضوع استناد، بھروسے اور اعتبار کا ہے، شروع ہی سے جب مسلمانوں نے دیکھا کہ وہ یورپ کے محکوم ہوگئے ہیں یا یورپ ان کا رقیب بن گیا ہے تو ان کو یہ تشویش لاحق ہوئی کہ وہ یورپی تہذیب کی کونسی باتیں اپنا سکتے ہیں، جس سے وہ نہ تو نقالی کا گناہ کریں اور نہ ہی اسلام کی روح قربان ہو، لہٰذا انیسویں صدی میں ہی مسلمان یہ غور کررہے تھے کہ کیا یورپ کے کھانے اور لباس کے طریقے، تصویریں کھینچنا اور مسجدوں میں بجلی استعمال کرنا ان کے لئے صحیح ہے یا نہیں۔ کیا اس بات کی اجازت ہے کہ وہ کوئی یورپی زبان (جیسے انگریزی) سیکھیں؟

جوں جوں وقت گزرتا گیا، مسلمانوں نے اپنی اس تشویش کا حل نکال لیا اور ان کی توجہ زیادہ بنیادی مسئلوں پر مرکوز ہوگئی، مثلاً کیا جمہوریت کی یورپی شکل قبول کرنا ممکن ہے، جب کہ اس میں عوام کی حاکمیت لازمی ہے اور مسلمان صرف ایک اللہ کی حاکمیت میں ایمان رکھتا ہے۔ کیا مغربی قوانین اور قانونی ضابطے نافذ کرنا ممکن ہیں جب کہ مسلمانوں کے لئے اللہ کے اَحکامات موجود ہیں؟ کیا مغربی معاشی نظام اپنانا ممکن ہے جو شریعت کے اَحکام کے منافی ہے؟ کیا علم حاصل کرنے کے مغربی انداز مناسب ہیں، جن کی بنیاد اسلامی اقدار سے غیر متعلق ہے؟ کیا انسانی حقوق کا مغربی اندازِ فکر نافذ کرنا ممکن ہے، جب کہ وہ بھی صریحاً ہر اسلامی مقصد سے خارج ہے؟ جب سے مسلمانوں نے مغربی تسلط سے سیاسی آزادی حاصل کی ہے۔ ان کی تمام تر کوششیں 'استناد' کے ان موضوعات کا حل تلاش کرنے میں لگی ہوئی ہیں☆۔

☆ ان مسائل پر مقالہ نگار کی رائے سے اتفاق نہیں کیا جاسکتا۔ شریعت کی تعبیر کا حق اور استناد اسلامی معاشرے میں علماء کو آج بھی حاصل ہے، عوام مسلمان ان کی آراء پر ہی اعتماد کرتے ہیں لیکن مغربی ذرائع ابلاغ اپنی مختلف کوششوں اور گرے ہتھکنڈوں کے ذریعے اسلامی معاشرے کو علما کے اثر سے نکالنے کے لئے کوشاں ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ ان روایتی رحقیقی علماء کے بجائے ایسے دانشوروں کی سرپرستی کی جو انہی کے نظامِ تعلیم کے پروردہ تھے۔ اس سب کے باوجود وہ علماء کے اثر کو معاشرے سے ختم کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکے۔ جوں جوں جدید 'ترقی یافتہ معاشرے' میں جائیں جہاں مغربی قوتوں کی کارفرمائی زیادہ ہو توں توں علماء پر مسلمان عوام کا اعتماد متاثر ہوتا نظر آتا ہے۔

گو کہ علما نے بھی دورِ جدید کے بعض تقاضوں کو پہچاننے میں کوتاہی کی ہے لیکن اس کے پس پردہ بھی جائیں تو یہ سب بھی مغربی استعمار کی اثر ونفوذیت اور سیاسی غلبے کی بدولت ممکن ہوا کہ علما کو اس قدر مطعون کرکے معاشرے میں ان کے کردار کو ختم کرنے کی گھناؤنی کوششیں کی گئیں، وسائل ان سے چھین لئے گئے، نتیجتاً علماء کے لئے دین کے تحفظ کے سوا چارہ نہ رہا اور انہوں نے اس بے سروسامانی کے عالم میں بھی اصل دین کو محفوظ رکھا گو کہ دورِ جدید کے تقاضوں کے مطابق اس کی شکل وصورت زیادہ سنوار نہ سکے۔ علماء اسلام کا اپنے دین کی حفاظت کا یہ کردار ایسی عظیم الشان قربانیوں سے عبارت ہے جس کی مثال شاید تاریخ اقوام میں کہیں اور نہ مل سکے۔ (حسن مدنی)

www.KitaboSunnat.com

magazine.mohaddis.com

قابل اعتبار ترقی کے سیکولر (Secular) اور مذہبی مستقبل کے تصورات کے درمیان ایک مکالمہ جاری ہے۔ بیسویں صدی کے تین عظیم انقلاب، روس اور چین کے علاوہ ایرانی انقلاب کے مستحکم ہونے پر یہ واضح ہوگیا ہے کہ جدیدیت کا ایک کامیاب اسلامی تصور ممکن ہے۔ یہ سب جانتے ہیں کہ ایرانی انقلاب سے تمام مسلم دنیا میں اسلامی تحریکوں کی ہمت افزائی ہوئی اور ترقی کے سیکولر حامیوں کو دھچکا لگا، البتہ یہ بھی صحیح ہے کہ ایرانی نظامِ حکومت کے اندر جو کشمکش جاری ہے، اس سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ جدید طرز پر اسلامی معاشرہ تشکیل دینے کے طریقوں پر وہاں کافی اختلافات ہیں۔ آنے والی صدی میں معتبر، مستند اور اسلامی جدیدیت کا موضوع تمام مسلم دنیا میں اہم ترین مسئلہ رہے گا۔

(۳) اس مسئلے کے ساتھ ساتھ کہ مسلم معاشرے کس نظام کو مستند سمجھتے ہیں، ایک تیسرا موضوع ہے جو اس مسئلے سے جڑا ہوا ہے۔ یعنی وہ کشمکش جو تمام مسلم دنیا میں اسلام 'پرست' جن کی طاقت کا سرچشمہ شہری اوسط درجے اور کم اوسط درجے کے طبقے کے لوگ ہیں اور اَشراف و خواص جو عموماً نو آبادی نظام کے وارث اور اکثر (ہمیشہ نہیں) مغرب سے قربت کی بنا پر طاقت اور وسائل حاصل کرتے ہیں، کے درمیان جاری ہے۔ یہ بھی غور طلب ہے کہ ان اسلامی گروہوں کی رہبری مغرب کے تعلیم یافتہ پیشہ ورانہ اہلیت کے لوگ کرتے ہیں اور ان کا انتظام یونیورسٹی کے طلبہ کے پاس ہے۔ انہوں نے وہ خلا پر کیا ہے جو مقامی سطح پر شہروں اور قصبوں میں حکومتی نظام کی ناکامی سے پیدا ہوا ہے۔ شہری آبادی میں جو انتشار، جدید ریاستی نظام اور بین الاقوامی معاشیات سے پیدا ہوا ہے، اس سے نمٹنے اور اس آبادی کی ضرورتیں ایک حد تک ان گروہوں نے سکول، شفاخانے، بہبود کے مرکز اور نفسیاتی اِمداد مہیا کرکے پوری کی ہیں۔ نواحی علاقوں سے جو لاکھوں لوگ شہروں کی طرف آئے ہیں، ان کے لئے بھی ان گروہوں نے کشش پیدا کی ہے۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ ان تحریکوں کی تقریریں اور خطبے مغربی ثقافت اور مغربی طاقت کی سخت مخالفت سے پر ہیں۔ ان کا مقصد سرمایہ داری یا اشتراکیت (Socialism) کے مقابلے میں اسلامی نظام قائم کرنا ہے اور وہ اپنا مقصد مرکز طاقت (حکومت) تک پہنچکر حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ایران اور سوڈان میں اسی طرح کامیابیاں حاصل ہوئی ہیں۔

آنے والے عشروں میں اسلامی گروہوں اور ان کے مدمقابل خواص کے درمیان کشمکش کی کہانی سامنے آئے گی۔ اس کشمکش کے نتیجے میں ہی اس مستند اور معتبر شکل کا فیصلہ ہوگا جو سیاسی نظام اپنائے گا۔ یہ امید کرنی چاہئے کہ ایرانی انقلاب کے بعد مغرب نے سبق سیکھ لیا ہوگا اور وہ خواہ مخواہ ایسی صورت پیدا کرنے کا خطرہ مول نہیں لیں گے جس کے نتیجے میں نئی اسلامی ریاستیں وجود میں آجائیں۔ البتہ اگر اس قسم کی تبدیلی سعودی عرب میں آجائے جس کا لازمی اثر خلیج کی ریاستوں پر بھی ہوگا، تب تک امید افزا ہونا

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

ممکن نہیں ہوگا۔ سعودی عرب اور خلیجی ریاستوں کے وسائل دنیا کی معیشت کے لئے مرکزی اہمیت کے ہیں اور کوئی بھی اس بات کی ضمانت نہیں دے سکتا کہ مغرب، خصوصاً امریکہ، میں دانشمندی کا مظاہرہ ہوگا۔ لیکن اگر ایسا ہو بھی جائے تب بھی یہ ضمانت نہیں دی جاسکتی کہ اسرائیل دانشمندی کا مظاہرہ کرے گا کیونکہ اس کے لئے اس قسم کی تبدیلی اس کی نظر میں اس کی سالمیت کے لئے ایک خطرہ ہوگی۔

(۴) مسلم معاشرے میں اسلامی تحریکوں کی توسیع سے چوتھا موضوع سامنے آتا ہے: مسلم معاشرے میں عورت کا مقام۔ احیاءِ اسلام اور مغرب کے اقتدار کی پچھلی دو صدیوں میں معاشرے میں عورت کا صحیح مقام اور کردار گرما گرم بحث کا موضوع بنا رہا ہے۔ غیر ملکی تسلط کے دوران، جب مغربی اقدار تمام ماحول پر چھائی ہوئی تھیں تو مدرسوں، مزاروں اور مسجدوں سے باہر کے علاقوں میں مسلمان عورتیں اپنے گھروں کی چاردیواری میں اسلامی طرز زندگی کی مالک بن گئیں۔ یہی وجہ تھی کہ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ان کی ہدایت کے لئے 'بہشتی زیور' لکھی تاکہ عورتوں کو اسلام کے متعلق اتنا علم ہو کہ وہ اپنے اور اپنے کنبے کے لئے اسلامی معیار قائم رکھ سکیں۔ جب بعض مسلم حکومتوں نے جیسے مصطفیٰ کمال کے ترکی اور رضا شاہ پہلوی کے ایران میں سیکولر طرزِ زندگی اپنانے کی کوشش کی تو عورتیں تبدیلی کا نشان اس طرح بن گئیں کہ انہیں ماحول میں حجاب سے روکا گیا۔ اور جب اسلامی حکومتیں وجود میں آئیں تو عورتوں پر حجاب کی پابندی عائد ہوگئی۔ لیکن بنیادی طور پر اسلام بھی جدید معاشی نظام اور ریاستی نظام میں عورت کا اپنا مقام حاصل کرنے کے مخالف نہیں ہے۔

ہر چند کہ الجیریا میں اسلامی جماعت (FIS) عورتوں کے گھر سے باہر کام کرنے کے خلاف ہے اور ایرانی انقلاب کے فوراً بعد عورتوں کو سرکاری دفتروں سے گھر بھیج دیا گیا تھا۔ وہ اسلامی اقدار جو اسلامی تحریکیں پھیلا رہی تھیں، ان کا تقاضا یہی تھا کہ عورتیں اپنے گھر سے باہر آزادی سے حرکت کریں اور جدید معاشی نظام میں کام کریں۔ آج کل جو شخص بھی ایران، خصوصاً تہران جاتا ہے، اس سے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں رہ سکتی کہ عورتیں معاشی نظام میں ہر سطح پر کافی تعداد میں موجود ہیں۔ اس میدان میں دلچسپ اِمکانات ہیں، مسلم معاشروں کا علم کی بنیاد پر معاشی نظام کی تشکیل سے فرار ممکن نہیں ہے اور اس کے لئے

☆ خواتین کے کردار کے بارے میں بھی مقالہ نگار کی توجیہ اور رہنمائی سے اتفاق نہیں کیا جاسکتا۔ عورت کو گھر سے باہر نکال کر منڈی کی صنعت بنانا یا ملکی ترقی میں اس طور شریک کردینا کہ وہ مردانہ کاموں میں شانہ بشانہ شریک ہوں، دو اصناف میں کارہائے حیات کی تقسیم اور اس کیلئے ودیعت کردہ مخصوص صفات کے اسلامی نقطہ نظر سے متصادم ہے۔ آج مغرب اپنی اسی کوتاہی کو اپنی تہذیب کی خرابی اور بے سکونی کی وجہ قرار دیتا ہے جس کی طرف مقالہ نگار ترغیب دے رہے ہیں بقولِ شاعر
فسادِ قلب ونظر ہے فرنگ کی تہذیب کہ روح اس میں مدنیت کی نہ رہ سکی عفیف! (حسن مدنی)

www.KitaboSunnat.com

magazine.mohaddis.com

انہیں تمام آبادی کی ذہنی صلاحیتوں کی ضرورت ہوگی، آدھی آبادی اس سے خارج نہیں ہوسکتی☆۔ ان کے لئے لازمی ہوگا کہ عورتیں پوری طرح سے اس میں حصہ لیں، اسلامی تحریک کے حمایتی ضرور اس ترقی کی شرائط طے کریں گے لیکن ان کو اس میں آسانیاں بھی پیدا کرنی ہوں گی۔ یہ بات قابل بحث ہے کہ یہ اسلامی اشخاص ایک ایسے عمل میں اِمداد کریں گے جن میں عورتوں کی مخصوص ضروریات اور ان کی ترجیحات میں وسعت پیدا ہو۔ اسلام میں عورتوں پر زیادہ تحریر وتقریر کے اِمکان پر نظر رکھئے، اسلامی نسوانی تحریک (Feminine) پر نظر رکھئے۔

(۵) احیاءِ اسلام کے جاری اثر ورسوخ اور توسیع کی وجہ سے اکیسویں صدی کے سامنے ایک اور موضوع ابھرتا ہے جس میں ایک قسم کا طنز پوشیدہ ہے: انفرادیت اور قوم کے مطالبات کے درمیان کشاکش .....جیسا کہ ہم نے دیکھا ہے، اٹھارہویں صدی کے اَواخر سے اِحیا اور اصلاح کا مقصد، مسلم طاقت کے تناظر میں، قوم کو نیچے سے اُبھارنا تھا۔ ہم نے یہ بھی دیکھا کہ اس کا طریق کار یہ تھا کہ ہر مسلمان فرد کے ضمیر پر یہ ذمہ داری ڈالی جائے کہ وہ ایک اسلامی معاشرہ تشکیل دے اور اس کے لئے ہر مرد اور عورت کو اتنی تعلیم دی جائے کہ وہ یہ ذمہ داری پوری کرنے کا اہل ہوجائے۔ ذاتی ذمہ داری کو اتنی اہمیت دینے سے چند غیر متوقع نتائج رونما ہوتے ہیں۔ اس سے خود انحصاری کی ہمت افزائی ہوتی ہے۔ اس سے اس نظریے کو تقویت ملتی ہے کہ ہر فرد بذاتِ خود ایک فعال، تخلیقی نمائندہ ہے۔ اس نظریے کی یہ بھی مانگ ہے کہ مرد اور عورتیں آزادی سے خود فیصلہ کرنے کی مجاز ہیں۔ یہ نظریہ اس بات کی تاکید کرتا ہے کہ عام دنیاوی زندگی میں جن باتوں کی قدر و قیمت ہے۔ جیسے کنبہ، رشتے، احساسات، جنسی تعلقات، ان میں ہر انسان کو اپنا کردار خود ادا کرنا، یہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ خود اعتمادی اور غور وفکر کے ذریعے ہر ذمہ دار مسلمان کو اپنے اَعمال کا خود جائزہ لینا ہے کہ وہ کس حد تک اللہ کی ہدایتوں پر عمل کر رہا ہے۔ چنانچہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ تبدیلیاں جو اِحیا کے عمل سے رونما ہوئی ہیں، مسلمانوں میں انفرادیت کو سہارا دے رہی ہیں۔ ایک احساس ہے طاقت کا، جو اس علم سے پیدا ہوتا ہے کہ یہ دنیا انسانیت سے تشکیل پاتی ہے، وہ احساس جو ذاتی آزادی اور انفرادی امکانات کے ساتھ اس علم سے پیدا ہوتا ہے کہ فرد خود انتخاب کرتا ہے، زندگی کے اصل معنی اور اس کے نشانات..... اور غور وفکر سے خودی کی ترقی میں ایک اضافی اہمیت پیدا ہوتی ہے۔ انسانی تکمیل کے امکانات وسیع ہوتے ہیں اور انفرادی راستہ اختیار کرنے کا تصور زیادہ واضح ہوتا ہے۔

لہٰذا طنز یہ ہے کہ احیاءِ اسلام (جو قوم کو جگانے کی تحریک تھی) نے ان خیالات اور رویوں کی ہمت افزائی کی جو قوم کو للکار رہے تھے۔ اس میں ترقی کا اور بھی امکان ہے اگر مسلم معاشروں میں سرمایہ داری نظام زیادہ آزادی سے کام کرے☆، آنے والے عشروں میں ہمیں یہی توقع کرنا ہوگی کہ احیاءِ اسلام کی

☆ ادارہ اختلاف کا حق محفوظ رکھتا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

دنیاوی سہل کا سہارا لئے ہوئے، انفرادیت کی یہ بڑھتی قوت اور ملت اسلامی کی اقدار کے درمیان شدید کھچاؤ پیدا کرے گی۔ اس کے علاوہ، اس بات کے پیش نظر کہ اِحیا کی توقعات کا زیادہ خمیازہ عورتوں کے حصے میں آتا ہے، یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ کھچاؤ بھی انہی کے لیے زیادہ پریشان کن ہوگا۔

تو یہ ہیں وہ پانچ نمایاں موضوع جن سے مسلم معاشرے کو آنے والی صدی میں نمٹنا ہوگا، پہلا، اللہ کی ہدایت اور شریعت کی تعبیر وتشریح کا اختیار، دوسرا مسلم معاشروں کے لئے صحیح راستہ مقرر کرنے میں استناد کا مسئلہ، تیسرا طاقت کے حصول کے لئے 'اسلام پرستوں' اور نوآبادی نظام کے وارثوں میں مقابلہ، چوتھا معاشیات اور ریاست کی ترقی میں عورتوں کا کردار، پانچواں بڑھتی ہوئی انفرادیت اور ملتِ اسلامیہ کی اقدار میں کشمکش۔

پچھلی دو صدیوں میں مسلم معاشروں کو انہی اہمیت کے مسئلوں سے نمٹنا پڑا تھا۔ یا تو نوآبادی نظامِ حکومت کی پابندیوں کے ماحول میں اور یا نوآبادی نظام کے خاتمے کے فوراً بعد مداخلتی پدرانہ نظام میں، تجربے یا آزاد خیالی کے لئے یہ حالات بالکل خوش آئند نہیں تھے۔ اس وقت ایک انجانے خوف کی کیفیت کا سماں تھا اور ظاہر ہے کہ خوف زدہ لوگ تعمیری یا تخلیقی خیالات کے اہل نہیں ہوتے۔ اس کے برعکس اکیسویں صدی میں بظاہر مسلم معاشروں کو تجربے کرنے کے لئے زیادہ آزاد ماحول حاصل ہوگا، جو کہ ایک نیک شگون ہے!!

www.KitaboSunnat.com

magazine.mohaddis.com

اسلام اور سیکولرزم

محمد عطاء اللہ صدیقی

پاکستان کی بقا اسلام میں ہے!

پاکستان کے سیکولر، ملحد، اشتراکی دانش باز حسن اتفاق سے مسلمان گھرانوں میں پیدا تو ہوگئے تھے مگر وہ اس 'اتفاقی حادثہ' کے متعلق شدید ندامت اور خجالت کا شکار ہیں۔ وہ 'روشن خیالی' کی منزلیں طے کرتے ہوئے اس مقام تک پہنچے ہوئے ہیں جہاں اسلام سے کسی قسم کی وابستگی یا اپنی اسلامی شناخت کا اعتراف انہیں رجعت پسندی کا مظہر دکھائی دیتا ہے۔ ان کے بیانات کو پیش نظر رکھا جائے تو بلاشبہ وہ فکری ارتداد کے مرتکب ہوچکے ہیں، مگر ان کے اندر اس قدر اخلاقی جرأت نہیں ہے کہ وہ کھلم کھلا اپنے 'مرتد' ہونے کا اعلان کرسکیں۔ وہ ایک عجیب فکری گھٹن اور مخمصے میں مبتلا دکھائی دیتے ہیں، وہ بظاہر اپنے مسلمان ہونے کے دعوے سے بھی پیچھے نہیں ہٹتے مگر اسلام کو ضابطہ حیات کے طور پر قبول کرنے کو بھی تیار نہیں ہیں۔ وہ اسلام کی کھل کر تو مخالفت نہیں کرسکتے، کیونکہ پاکستان جیسے نظریاتی ملک میں 'حریتِ فکر' کے مغربی معیارات کو ابھی تک قبولیت نہیں مل سکی۔ البتہ اپنی دانشورانہ فریب کاری کے پردے میں وہ اسلام کی مخالفت کا کوئی نہ کوئی طریقہ ضرور ڈھونڈ نکالتے ہیں۔

سیکولرزم کی نئی لہر

ان دنوں سیکولرزم کا ایک نیا سیلاب پاکستان کی نظریاتی سرحدوں سے ٹکرا رہا ہے۔ پاکستان کا سیکولر طبقہ ایک مختلف جارحانہ استدلال اور منفی پراپیگنڈہ کے ساتھ پاکستان کی نظریاتی اساس پر حملہ آور ہوگیا ہے۔ اس سے پہلے ان کا استدلال یہ تھا کہ قائداعظم محمد علی جناح سیکولر، روادار اور متحمل مزاج ریاست کا تصور رکھتے تھے۔ اب ان کا زور اس بات پر ہے کہ قیام پاکستان کا محرک سرے سے کوئی نظریہ (آئیڈیالوجی) تھا ہی نہیں۔ وہ آئیڈیالوجی کی نفی کرکے بالواسطہ اسلام کی نفی کررہے ہیں، کیونکہ نظریۂ پاکستان کا دوسرا نام 'اسلام' ہے۔

آج کل تواتر سے سیکولر صحافی یہ لکھ رہے ہیں کہ آج پاکستان وہ نہیں ہے، جو جناح کا پاکستان تھا، بلکہ یہ ملاؤں کی طرف سے مسخ شدہ پاکستان کا نقشہ ہے جو ہمارے سامنے ہے۔ بعض افراد تو افواجِ پاکستان کا مذاق اڑا رہے ہیں کہ یہ خوامخواہ پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کے محافظ کا کردار اپنے اوپر طاری کئے ہوئے ہے۔ معلوم ہوتا ہے پاکستان کا نظریاتی تشخص مٹانے کی ایک بہت ہی مکروہ سازش ہے جسے عملی جامہ پہنانے کے لئے ذرائع ابلاغ کو بھرپور استعمال کیا جارہا ہے۔ گذشتہ چند ہفتوں کے دوران راقم کی نگاہ سے متعدد مضامین گذرے ہیں جس میں مندرجہ بالا افکار کا پرچار کیا گیا ہے۔ سب کا حوالہ دینا مشکل ہے البتہ میں چند ایک مضامین کی طرف توجہ مبذول کرانا چاہوں گا۔

(۱) 'دی فرائیڈے ٹائمز' لاہور سے نجم سیٹھی کی زیرادارت نکلنے والا ایک معروف ہفتہ روزہ ہے، اس میں نظریۂ پاکستان کے خلاف مسلسل مضامین کا سلسلہ جاری ہے۔ ۲۵ تا ۳۱ رمئی ۲۰۰۱ء کے 'فرائیڈے ٹائمز' کے اداریے کا عنوان تھا: "Mixing Religion with politics" اس میں نہایت جارحانہ انداز میں علماءِ دین

www.KitaboSunnat.com

magazine.mohaddis.com

پسندوں اور وفاقی وزیر برائے مذہبی اُمور ڈاکٹر محمود غازی کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ اس ادارے میں اسلامی ریاست اور سیکولر ریاست کا فرق بتاتے ہوئے تحریر کیا گیا کہ سیکولر ریاست وہ ہوتی ہے جس میں ''حاکمیت (Soverienghty) عوام کے پاس ہوتی ہے، جبکہ اسلامی ریاست میں حاکمیت اللہ کی تصور کی جاتی ہے''۔ اداریہ نویس نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا تھا کہ پاکستان کے آئین میں عوام کو حاکمیت سے محروم کردیا گیا ہے۔

(۲) ۱۲/ جون ۲۰۰۱ء کو روزنامہ 'دی نیشن' میں حسین نقی کا کالم شائع ہوا، جس میں مذہب بیزار کالم نگار نے پاکستان کو سیکولر ریاست بنانے پر زور دیا۔ موصوف نے اسلام پسندوں کو "Obscuramtist" یعنی ابہام پسند یا 'ترقی کے دشمن' ہونے کا طعنہ دیا۔

(۳) ۲۶/ جون ۲۰۰۱ء اور ۲/ جولائی ۲۰۰۱ء کے درمیان انگریزی روزنامہ 'دی نیوز' میں ایک غالی اشتراکی ایچ کے برکی کے مضامین کا ایک سلسلہ چھ اقساط میں شائع ہوا جس میں انہوں نے لچر انداز میں پاکستان میں اسلام کے نفاذ کی کوششوں کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ موصوف نے نظریۂ پاکستان کے وجود سے کلی طور پر انکار کرتے ہوئے اس کو ایک واہیات واہمہ قرار دیا۔ ۲۹/ جون ۲۰۰۱ء کو اس سلسلے کا جو مضمون شائع ہوا، اس کا عنوان تھا "The Merchants of ideology" یعنی 'نظریہ کے سوداگر'، یہ مضمون نظریہ پاکستان کی مخالفت کا بدترین اسلوب لئے ہوئے تھا۔

(۴) جون ۲۰۰۱ء کی ہی کسی تاریخ کو انگریزی اخبار 'ڈان' میں ایم بی جعفری کا ایک لغو مضمون شائع ہوا، جس میں مضمون نگار نے دعویٰ کیا کہ تحریک ِپاکستان کے دوران ''پاکستان کا مطلب کیا، لا الہ الا اللہ'' کا نعرہ نہیں لگایا گیا تھا یہ بعد میں ملاؤں نے تخلیق کیا تھا۔ موصوف نے ۱۸۵۷ء سے لے کر ۱۹۴۷ء کے دوران تحریک ِآزادی میں علماءِ دین کی کسی قسم کی شرکت یا جدوجہد کا سرے سے انکار کیا۔

(۵) سیکولر پریس میں آج کل حمزہ علوی کے مضامین کا خوب چرچا ہے۔ یہ صاحب ریٹائرڈ وفاقی سیکرٹری ہیں، کافی عرصہ سٹیٹ بینک آف پاکستان میں بھی سینئر پوزیشن پر رہے ہیں، ورلڈ بینک میں بھی خدمات انجام دے چکے ہیں۔ مگر آج کل ان کی تمام تر توجہ پاکستان کو سیکولر اسٹیٹ میں تبدیل کرنے کے لئے برپا کی جانے والی تحریک پر مرکوز ہے۔ یکم جون کو ڈھاکہ میں 'مذہبی بنیاد پرستی' کے موضوع پر منعقد ہونے والی ساؤتھ ایشین کانفرنس میں حمزہ صاحب شریک ہوئے اور انہوں نے ایک طویل مقالہ "The rise of religious fundamentalisms in Pakistan یعنی ''پاکستان میں مذہبی بنیاد پرستی کا اِرتقا'' کے عنوان سے پڑھا۔ یہ مقالہ ۱۵ تا ۲۱/ جون ۲۰۰۱ء کے 'دی فرائیڈے ٹائمز' میں چھپا۔ اگر کسی نے پاکستان کے سیکولر طبقہ کے زہریلے، تعفن آلود اور سرطانی افکار کا کسی ایک مضمون میں مطالعہ کرنا ہو تو حمزہ علوی کا مقالہ اس سلسلہ میں 'جامع ترین' ہے۔ اس مضمون کی ایک ایک سطر اسلام دشمنی پر مبنی ہے۔ موصوف نے اپنے مقالے میں بار بار لکھا ہے کہ مسلم لیگ کا ایجنڈا سیکولر پاکستان کا تھا۔ ایک جگہ تحریک ِپاکستان کے متعلق لکھتے ہیں: ''یہ مسلمانوں کی تحریک تھی، اسلام کی تحریک نہیں تھی۔'' اس مقالے میں دینی مدارس، علماء اور جہادی تنظیموں کے متعلق بھی سخت ہرزہ سرائی کی گئی ہے۔

(۶) معروف قادیانی صحافی اور دانشور خالد احمد نے ایک طویل عرصہ سے اسلام دشمنی میں اپنے آپ کو کھپایا ہوا ہے۔ گذشتہ کئی ماہ سے وہ اپنے کالموں میں جہادی تنظیموں کے خلاف شدید زہر اگل رہے ہیں۔ وہ جہاد فوبیا کی

www.KitaboSunnat.com

magazine.mohaddis.com

وجہ سے خاصے حواس باختہ نظر آتے ہیں۔ ان کے خیال پاکستان کے تمام سیاسی، معاشی اور سماجی مسائل کا سبب یہاں بنیاد پرستی کا عروج ہے۔ وہ سیکولرازم کے انتھک مبلغ ہیں۔ حال ہی میں ان کے شائع ہونے والے ایک کالم کا عنوان تھا: ''پاکستان کے لئے سیکولرزم ناگزیر ہے۔''

(۷) گذشتہ ایک سال سے لاہور سے ایک ماہنامہ 'نیا زمانہ' کے نام سے شائع ہو رہا ہے۔ اس کے مدیر صاحب اپنے آپ کو 'مذہبی سکالر' کہتے ہیں مگر ان کی زیرادارت نکلنے والے رسالہ میں سیکولر، اشتراکی اور ملحد دانش بازوں کے مضامین ہی شامل ہوتے ہیں۔ 'نیا زمانہ' کے دو ماہ پہلے کے ایک شمارے کے اداریے کا عنوان تھا ''پاکستان کی بقا سیکولرزم میں ہے!'' اس رسالہ کے سرورق پر قائداعظم کا وہ قول متواتر چھپ رہا ہے، جس میں انہوں نے ہندوؤں کو آزادانہ طور پر عبادت کا حق دیا تھا۔ قائداعظم کی ۱۱/اگست ۱۹۴۷ء کی تقریر کے یہ چند جملے ہیں جنہیں ہمارا سیکولر طبقہ توڑ موڑ کر بیان کرتا ہے اور اسکی غلط تعبیر نکالتا ہے۔ اس رسالہ کا ماٹو سیکولرزم کا پرچار ہے۔

(۸) انگریزی روزنامہ 'دی فرنٹیر پوسٹ' پشاور اپنی الحادی صحافت کی بنیاد پر بے حد بدنام ہے۔ ۲۹/جنوری ۲۰۰۱ء کو اس اخبار میں ایک یہودی دریدہ دہن کا خط چھپا تھا جس کا عنوان ہے: Why Muslims hate jews یعنی ''مسلمان یہودیوں سے نفرت کیوں کرتے ہیں؟'' اس خط میں اس اس یہودی نے جناب رسالت مآب ﷺ کی ذاتِ اقدس پر بے حد رکیک حملے کئے تھے۔ شمع رسالت کے پروانوں نے شدید احتجاج کرتے ہوئے فرنٹیر پوسٹ کے دفتر کو آگ لگا دی۔ حکومت نے فوری طور پر اس اخبار کی بندش کا حکم جاری کیا تھا۔ لیکن یہ اخبار ۲۰/جون ۲۰۰۱ء سے دوبارہ شائع ہونا شروع ہوگیا ہے۔

(۹) انگریزی ماہنامہ ہیرالڈ، نیوز لائن، مختلف انگریزی اخبارات مثلاً ڈان، دی نیوز، دی نیشن، دی مسلم وغیرہ میں گذشتہ چند ماہ میں جس قدر سیکولرزم کے پرچار پر مبنی مضامین شائع ہوئے ہیں، راقم کے خیال میں گذشتہ پانچ سالوں میں شاید اس موضوع پر اس قدر مضامین شائع نہیں ہوئے ہوں گے۔

(۱۰) لاہور میں پنجابی کانفرنس کے دوران 'نظریۂ پاکستان' کے خلاف جو کچھ کہا گیا، اسے دہرانا تحصیل حاصل ہے۔ 'محدث' کے مئی اور جون کے شمارے میں اس کا تفصیل سے ناقدانہ جائزہ لیا گیا ہے۔

(۱۱) این جی اوز کا نیٹ ورک نظریۂ پاکستان کے خلاف جو پراپیگنڈہ کر رہا ہے، اس کی تفصیلات کا احاطہ کسی ایک مضمون میں نہیں کیا جاسکتا۔ ایوائی بیگمات کے بعد اب ایک اور انتہا پسند گروہ 'عاصمانی بیگمات' کا سامنے آیا ہے، جو پاکستان کے خاندانی نظام کو تباہ کرنے اور پاکستان کی نظریاتی اساس کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے مجنونانہ جدوجہد کر رہا ہے۔ عاصمہ جہانگیر اس گروہ کی سرغنہ ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ پاکستان کی نظریاتی سرحدوں پر سیکولر طبقہ کی یہ تازہ یلغار کے اسباب وعوامل کیا ہیں؟ یہ سیکولر دانشور ۷۰ اور ۸۰ کی دہائی کے پٹے ہوئے مہرے ہیں۔ آخر ان میں یکا یک دوبارہ جان کیسے پڑ گئی ہے۔ مختصر الفاظ میں کہا جاسکتا ہے کہ عالمی منظر پر تیز رفتاری سے بڑھتی ہوئی اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی تحریک کے خلاف عالمی استعمار، یہود و ہنود کی لابیوں اور مذہبی بیزار طبقہ کے ردعمل کا ہی یہ شاخسانہ ہے۔ سوویت یونین کے انہدام کے بعد امریکی و یورپی استعماری طاقتیں اب اسلام کو اپنا حریف سمجھتی ہیں۔ یہودی تھنک ٹینک پاکستان کی تباہی (خاکم بدہن) کی پیش گوئیاں کر رہے ہیں۔ پاکستان کا سیکولر طبقہ جو ہمیشہ اہل مغرب کے نظریات کی ہی جگالی کرتا

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

ہے، وہ عالمی استعماری طاقتوں کے آلہ کار کا کردار ادا کر رہا ہے۔ پاکستان کے بائیں بازو کے دانشور جو امریکہ کے خلاف لکھتے تھکتے نہیں تھے، آج امریکی زیر سرپرستی کام کرنے والے این جی اوز کے نیٹ ورک کے ہراول دستے میں شامل ہیں۔ این جی اوز امریکی سوچ کو پھیلانے کا آج کل مؤثر ترین ذریعہ ہیں۔ اسلام، نظریۂ پاکستان، علماءِ دین، جہادی تنظیموں اور دینی مدارس کے خلاف پاکستان کا سیکولر طبقہ جو کچھ لکھ رہا ہے، وہ بنیادی طور پر امریکی پالیسی ہی کو آگے بڑھانے کی ہی ایک صورت ہے۔

پاکستان میں امریکہ کے سفیر ولیم بی میلام نے امریکہ جانے سے پہلے ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے جن خیالات کا اظہار کیا ہے، اس کا موازنہ اگر پاکستان کے سیکولر صحافیوں کے مضامین سے کیا جائے تو اس میں حیران کن حد تک مکمل مشابہت پائی جاتی ہے۔ میلام کی تقریر کا پورا متن روزنامہ 'دی نیشن' کی ۲۷/ جون کی اشاعت میں شامل تھا۔ ولیم میلام نے پاکستانی قوم کو متنبہ کیا کہ اگر پاکستان مہذب اور ترقی یافتہ دنیا کے شانہ بشانہ چلنا چاہتا ہے تو اسے 'جناح کا پاکستان' ہی دوبارہ قائم کرنا چاہئے۔ اس نے پاکستان میں جہادی تنظیموں کی بڑھتی ہوئی پذیرائی پر تشویش کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا کہ قائداعظم ایک سیکولر، لبرل اور ترقی پسند پاکستان چاہتے تھے، وہ اسلامی ریاست کے حق میں نہیں تھے۔ ولیم بی میلام نے پاکستان میں دینی راہنماؤں کو obscurantist کہا۔ اس نے باقاعدہ قائداعظم کی ۱۱/ اگست کی تقریر کے وہ اقتباسات پڑھ کر سنائے جس میں اس کے بقول سیکولر ریاست کا تصور موجود ہے۔ اس نے پاکستانی حکومت کو مشورہ (حکم؟) دیا کہ وہ بنیاد پرستوں کو کچلنے کے لئے بھرپور اقدامات کرے۔

یکم جولائی ۲۰۰۱ء کے روزنامہ 'جنگ' میں پاکستان کے سابق وزیر خارجہ جناب آغا شاہی کا مفصل انٹرویو شائع ہوا جس میں انہوں نے امریکی تھنک ٹینک اور امریکی سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے عالم اسلام بالخصوص پاکستان کے متعلق تجزیاتی رپورٹوں کا ذکر کیا۔ انہوں نے بیان کیا کہ پاکستان کے متعلق یہ ادارے کس طرح منصوبہ بندی کر رہے ہیں، ان کا اہم ترین ہدف یہ ہے کہ وہ پاکستان اور دیگر اسلامی ممالک میں اسلامی تحریکوں کو کامیاب نہ ہونے دیں۔ یہاں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ امریکی ادارے محض رپورٹیں مرتب ہی نہیں کرتے ان کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کروڑوں ڈالر بھی خرچ کرتے ہیں۔ پاکستانی ذرائع ابلاغ میں سیکولرزم کی تازہ لہر کے پس پشت مذکورہ عالمی منصوبہ بندی کارفرما نظر آتی ہے۔

قائداعظم کا تصورِ پاکستان

یہ ایک ناقابل تردید تاریخی حقیقت ہے کہ پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا۔ قیامِ پاکستان کی تحریک کے دوران مسلمانوں میں جس نعرے نے جوش وخروش پیدا کیا، وہ یہی تھا :

''پاکستان کا مطلب کیا، لا الہ الا اللہ''۔ بانیٔ پاکستان نے قیامِ پاکستان سے پہلے اور اس کے بعد بھی متعدد مواقع پر قیامِ پاکستان کے مقاصد کو نہایت واضح اور غیر مبہم الفاظ میں بیان کیا۔ قائداعظم نے ۱۳/ جنوری ۱۹۴۸ء کو اسلامیہ کالج پشاور کے جلسہ میں حصولِ پاکستان کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''ہم نے پاکستان کا مطالبہ ایک زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کے لئے نہیں کیا تھا بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں۔''

www.KitaboSunnat.com

magazine.mohaddis.com

۱۱/اگست ۱۹۴۷ء کی جناح کی تقریر کے بعض اقتباسات پیش کرکے سیکولر دانشور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ قیامِ پاکستان سے پہلے جناح کی جن تقاریر میں اسلام یا اسلامی ریاست کے متعلق جو باتیں ملتی ہیں، وہ انہوں نے مسلم عوام کے اندر علیحدہ ریاست کے حصول کی غرض سے جوش وخروش پیدا کرنے کے لئے کہی تھی ورنہ ان کے پیش نظر ایک سیکولر ریاست کا قیام ہی تھا۔ جناح نے ۱۱/اگست کی تقریر میں سیکولر ریاست کی اصطلاح استعمال کی، نہ ہی سیکولرازم کو ریاستی نظریہ کے طور پر پیش کیا، مگر لادین طبقہ نے ہمیشہ اس کی من چاہی غلط تعبیر سے رائے عامہ کو گمراہ کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ مذکورہ تقریر کے بعد بھی جناح نے نہایت واشگاف الفاظ میں اسلامی اصولوں کے نفاذ کو حصولِ پاکستان کا مقصد قرار دیا مگر سیکولر طبقہ ان تقاریر کو ہمیشہ نظر انداز کرکے علمی بددیانتی کا ثبوت دیتا ہے۔

اسلام دشمن طبقہ ملاحدہ نے جناح کی اس تقریر کو آڑ بناتے ہوئے منفی پراپیگنڈہ شروع کردیا کہ پاکستان کا دستور اسلامی شریعت کی بنیاد پر نہیں بنایا جائے گا۔ محمد علی جناح کو جب ان کے اس شرانگیز پراپیگنڈے کا علم ہوا تو انہوں نے بھرپور انداز میں ان کی اس شرانگیزی کی مذمت کی۔ ۲۵/جنوری ۱۹۴۸ء کو کراچی بار ایسوسی ایشن سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

''میں ان لوگوں کی بات نہیں سمجھ سکتا، جو دیدہ و دانستہ اور شرارت سے پراپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں کہ پاکستان کا دستور شریعت کی بنیاد پر نہیں بنایا جائے گا۔ اسلام کے اصول عام زندگی میں آج بھی اسی طرح قابل اطلاق ہیں، جس طرح تیرہ سو سال پہلے تھے۔ میں ایسے لوگوں کو جو بدقسمتی سے گمراہ ہوچکے ہیں، یہ صاف صاف بتا دینا چاہتا ہوں کہ نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ یہاں غیر مسلمانوں کو بھی کوئی خوف نہیں ہونا چاہئے۔''

۴/فروری ۱۹۴۸ء کو سبی میں خطاب کے دوران آپ نے فرمایا:

''میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات کا واحد ذریعہ اس سنہری اصولوں والے ضابطہ حیات پر ہے جو ہمارے عظیم واضع قانون پیغمبر اسلام ﷺ نے ہمارے لئے قائم کر رکھا ہے۔ ہمیں اپنی جمہوریت کی بنیادیں سچے اسلامی اصولوں اور تصورات پر رکھنی چاہئیں۔ اسلام کا سبق یہ ہے کہ مملکت کے اُمور ومسائل کے بارے میں یہ فیصلے باہمی بحث وتمحیص اور مشوروں سے کیا کرو۔''

ہمارے سیکولر راہنما ۱۱/اگست ۱۹۴۷ء کی جناح کی تقریر کو ہی ان کا آخری نقطہ نظر قرار دیتے ہیں۔ ان کے خیال میں پاکستان بننے سے پہلے جناح کی تقاریر میں جو اسلام کے متعلق حوالہ جات ملتے ہیں، وہ عوام الناس میں جوش و جذبہ پیدا کرنے کی غرض سے دیئے گئے۔ مگر یہ محض ان کا سوائے تاویل ہے۔ اس موقع کے بعد بھی جناح نے کئی مرتبہ 'اسلامی ریاست' قائم کرنے کی بات کی۔ ڈاکٹر عائشہ جلال ہی کی کتاب سے جناح کے یہ الفاظ ملاحظہ کیجئے:

''حضورِ اکرم ﷺ کے یوم ولادت کے موقع پر سندھ بار ایسوسی ایشن سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظم نے سامعین پر زور دیا کہ وہ تنگ نظری اور صوبہ پرستی سے پرہیز کریں اور اپنے آپ کو پاکستان کو ایک ''سچی عظیم اسلامی ریاست'' بنانے کے لئے تیار کریں۔'' (صفحہ ۲۷۹)

ڈاکٹر عائشہ جلال نے قائداعظم کے اس بیان کو دستور ساز اسمبلی کے پہلے اجلاس والے مشہور خطاب سے 'بہت نمایاں گریز' (Radical departure) قرار دیا ہے مگر یہ اس خاتون مؤرخ کی کج فہمی ہے۔ قائداعظمؒ کا یہ بیان ان کے سینکڑوں بیانات سے ملتا جلتا ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ ۱۱/اگست ۱۹۴۷ء کو دیئے گئے ان کے خطبہ کو

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

سیکولر دانشوروں نے بالکل غلط تناظر میں پیش کیا ہے۔ اس خطبے میں کہیں بھی قائداعظمؒ نے 'سیکولرزم' کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ مگر ان کا اصرار ہے کہ یہ خطبہ سیکولر نظام کو 'آئیڈیل' قرار دیتا ہے۔ نجانے سیکولر اور سیکولرزم کے متعلق ان حضرات کا کیا تصور ہے، سیکولر ازم اپنے مفہوم ومطلب کے لحاظ سے ہر اعتبار سے مذہب مخالف نظریہ ہے۔ معروف ترین انسائیکلوپیڈیا اور انگریزی لغات میں سیکولرزم کی تعریف کرتے ہوئے اسے مذہب مخالف نظریہ بتایا گیا ہے۔ (دیکھئے محدث، جولائی ۲۰۰۰ء، ص ۴۸ تا ۵۲)

یکم جولائی ۱۹۴۸ء کو سٹیٹ بینک آف پاکستان کا افتتاح کرتے ہوئے محمد علی جناحؒ من جملہ دیگر باتوں کے اسلام کے اقتصادی نظام کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

''اگر ہم نے مغرب کا معاشی نظریہ اور نظام اختیار کیا تو عوام کی پرسکون خوشحالی حاصل کرنے کیلئے اپنے نصب العین میں ہمیں کوئی مدد نہ ملے گی۔ اپنی تقدیر ہمیں اپنے منفرد انداز میں بنانی پڑے گی۔ ہمیں دنیا کے سامنے ایک مثالی معاشی نظام پیش کرنا ہے جو انسانی مساوات اور معاشی انصاف کے سچے اسلامی تصورات پر قائم ہو۔ ایسا نظام پیش کرکے گویا ہم مسلمانوں کی حیثیت میں اپنا فرض انجام دیں گے، انسانیت کو سچے اور صحیح امن کا پیغام دیں گے۔ صرف ایسا امن ہی بنی نوع انسان کی خوشی اور خوشحالی کا امین ومحافظ ہوسکتا ہے۔''

'نظریۂ پاکستان' کی اصطلاح جماعتِ اسلامی کی وضع کردہ نہیں!

قائداعظم تو فرماتے ہیں کہ ہم نے پاکستان کا مطالبہ ایک زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کے لئے نہیں کیا تھا مگر اصغر خان صاحب پاکستان کے قیام کا مقصد محض مسلمانوں کے لئے الگ علاقے کے حصول تک محدود بتاتے ہیں۔ وہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

''اس نظریے کے تحت برصغیر میں شمال مغرب اور شمال مشرق کے مسلم اکثریتی علاقے آزاد ریاستیں تشکیل دے سکتے تھے۔ اس وقت تک اس نظریے کا مفہوم بس اس قدر تھا، اس سے زیادہ نہ تھا۔ لیکن جوں جوں وقت گذرتا تھا، اس کی نئی نئی تفسیریں سامنے آنے لگیں۔ مذہبی دھڑے جو اپنی بالادستی قائم کرنا چاہتے تھے، یہ ثابت کرنے پر تل گئے کہ پاکستان ایک مذہبی ریاست کے طور پر قائم ہوا ہے..... جب پاکستان بن گیا تو وہی مذہبی جماعتیں، جنہوں نے اس کے قیام کی مخالفت کی تھی اور قائداعظم کو کافر اعظم کہہ کر گالی دی تھی، قیامِ پاکستان کے فلسفے کی مبلغ بن گئیں۔ اس طرح 'نظریۂ پاکستان' کی اصطلاح وجود میں آ گئی''۔

(اسلام، جمہوریت اور پاکستان از اصغر خان، صفحہ ۲۷۸)

قائداعظم نے جب ۱۹۴۸ء میں بھی پاکستان کے دستور کو شریعت پر مبنی نہ سمجھنے والوں کو شرارتی قرار دیا، ظاہر ہے ان کے پیش نظر دستور کی جو بھی شکل تھی، وہ شریعت سے متصادم نہیں تھی۔ جس ریاست کا دستور شریعت پر مبنی ہوگا، کیا وہ ریاست سیکولر کہلائی جاسکتی ہے؟ اصغر خان اس سوال کا جواب دینا پسند کریں گے؟ یہ اصغر خان جیسے سیکولر دانشوروں کی محض شرارت ہے کہ وہ نظریۂ پاکستان کو بعد کی پیداوار قرار دیتے ہیں۔ اس شرارت کے خالق جسٹس (ر) محمد منیر ہیں جنہوں نے اپنی کتاب ''جناح سے ضیاء تک'' میں 'نظریۂ پاکستان' کی اصطلاح کو جماعت اسلامی کے ایک رکن اسمبلی سے منسوب کیا ہے۔ جسٹس (ر) منیر کے مطابق:

''قائداعظم نے 'نظریۂ پاکستان' کا فقرہ کبھی استعمال نہیں کیا تھا۔ قیام پاکستان کے پندرہ سال بعد تک نظریۂ پاکستان کے فقرے سے کوئی متعارف نہیں تھا۔ حتیٰ کہ ۱۹۶۲ء میں جب قومی اسمبلی میں سیاسی

www.KitaboSunnat.com

magazine.mohaddis.com

جماعتوں کے قانونی بل پر بحث ہو رہی تھی تو اسمبلی میں جماعت اسلامی کے واحد ممبر جنہوں نے ایک ترمیم پیش کر رکھی تھی، نے اپنی تقریر میں نظریۂ پاکستان کا فقرہ استعمال کیا تھا۔ اس پر چوہدری فضل الٰہی نے جو بعد میں پاکستان کے صدر مقرر ہوئے تھے، اعتراض کیا تھا کہ نظریۂ پاکستان کی تعریف کی جانی چاہئے، اس پر ممبر مذکور نے جواب دیا تھا کہ نظریۂ پاکستان اسلام ہے، لیکن پھر کسی ممبر نے مزید یہ نہیں پوچھا کہ ''اسلام کیا ہے؟'' چنانچہ ترمیم منظور کر لی گئی۔'' (صفحہ ۲۶)

جسٹس (ر) منیر کی کتاب سے مندرجہ بالا اقتباس نقل کرنے کے بعد ایک قادیانی دانش باز ڈاکٹر پرویز ہود بھائی اپنے مضمون (پاکستان کی تاریخ کو مسخ کرنے کا عمل) میں ان الفاظ میں تبصرہ کرتا ہے:

''نظریۂ پاکستان کے فقرے کا پہلا نمایاں استعمال خواہ اس موقع پر ہوا ہو یا اس سے پہلے یا بعد، اس واقع سے جو بات واضح ہے، وہ اس فقرے کے ساتھ جماعت اسلامی کا ملوث ہونا ہے کہ اس فقرے نے اسے پراپیگنڈے کا محور بنا لیا ہے بلکہ اس فقرے کی تخلیق بھی انہوں نے ہی کی تھی۔''

قارئین کرام! ذرا غور فرمایئے، جسٹس منیر کے مطابق 'نظریۂ پاکستان' کے الفاظ پہلی دفعہ ۱۹۶۲ء میں جماعت اسلامی کے ایک رکن اسمبلی نے ادا کئے تھے، لیکن ڈاکٹر ہود بھائی کو اس کے بارے میں تو یقین نہیں ہے کہ یہ الفاظ کس موقع پر ادا کئے گئے تھے۔ مگر وہ بڑے وثوق اور یقین کے ساتھ اس فقرے کی تخلیق کی ذمہ داری جماعت اسلامی پر ڈالتے ہیں۔ آگے چل کر اسی مضمون میں ڈاکٹر پرویز ہود بھائی اس فقرے کا آغاز جماعت اسلامی کے ۱۹۵۹ء میں ترمیم شدہ منشور سے ڈھونڈ نکالتے ہیں۔ جماعت اسلامی کے منشور کا وہ جملہ یوں ہے:

''کسی کو بھی نظریۂ پاکستان کی منافی سرگرمیوں میں حصہ نہیں لینا چاہئے۔ اس ملک کو سیکولر ریاست میں بدلنے کی کوشش یا غیر ملکی نظریہ کو پروان چڑھانے کا مطلب پاکستان کے وجود پر حملہ آور ہونا ہے۔''

اس کے بعد تبصرہ کرتے ہیں:

''ظاہری اختلافات کے باوجود جماعت اسلامی اور پاکستانی حکمرانوں کے مفادات اور تصورات میں ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ یہ بات اہم ہے کہ نظریۂ پاکستان کا فقرہ جو پہلے صرف جماعت اسلامی کے منشور کا حصہ تھا، اب ناقابل چیلنج قومی عقیدہ بن چکا ہے۔''

پرویز ہود بھائی ہی نہیں، بہت سے سیکولر مصنفین نے جسٹس منیر کی اس خام خیالی کو حقیقت کا درجہ دیتے ہوئے اپنی تحریروں میں نقل کیا ہے۔ ان سب کا مقصود یہ ثابت کرنا ہے کہ 'نظریہ پاکستان' کا تعلق تحریکِ پاکستان سے ہرگز نہیں ہے بلکہ یہ تو قیام پاکستان کے بہت بعد جماعتِ اسلامی کی اختراع ہے، نہایت افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ اس بارے میں جسٹس منیر جیسی اہم شخصیت نے بھی غیر ذمہ دارانہ رویے کا مظاہرہ کیا ہے۔ اگر وہ خلوصِ دل سے قائداعظم کے اقوال کے متعلق ہی تحقیق فرماتے تو ان پر یہ حقیقت ضرور منکشف ہوتی کہ 'نظریۂ پاکستان' کے الفاظ خود قائداعظم نے اپنی تقریر میں ہی ارشاد فرمائے تھے:

"It is by our own dint of arduous and sustained efforts that we can create strength and support our people not only to achieve our freedom and independance but to be able to maintain it and live according to Islamic ideals and principles.

Pakistan not only means freedom and independance but the Muslim Ideology which has to be preserved, which has come to us as a precious gift and treasure

www.KitaboSunnat.com

magazine.mohaddis.com

and which we hope other will share with us." ("Some recent speeches and writing of Mr. "Jinnah" Published by Sh. Muhammad Ashraf, Lahore,1947, P.89)

''ہم اپنی سخت اور پیہم جدوجہد کے ذریعے قوت بہم پہنچا سکتے ہیں، ہم نہ صرف آزادی کے حصول کے لئے اپنے لوگوں کی معاونت کرسکتے ہیں، بلکہ انہیں ہم اس قابل بھی بنا سکتے ہیں کہ وہ اس کو قائم رکھیں اور اسلامی آدرش اور اُصولوں کے مطابق اپنی زندگی بسر کرسکیں۔

پاکستان کا مطلب محض آزادی نہیں ہے، اس کا مطلب 'مسلم آئیڈیالوجی' بھی ہے جس کا تحفظ کیا جانا باقی ہے، جو ہم تک ایک قیمتی تحفے اور خزانے کے طور پر پہنچا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں دوسری (اَقوام) بھی اس میں حصہ دار بن سکتی ہے۔''

ڈاکٹر عائشہ جلال پاکستانی ہیں مگر ایک طویل عرصہ سے میڈیسن یونیورسٹی امریکہ میں بطورِ پروفیسر خدمات سرانجام دے رہی ہیں۔ پاکستانی سیاست پر ان کی کتابیں بہت مقبول ہیں۔ وہ اسلامک آئیڈیالوجی اور کلچر کے متعلق اظہارِ خیال کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

''پاکستان کی پہلی کابینہ میں وزیرِتعلیم جناب فضل الرحمٰن نے اعلان کیا کہ مستقبل میں تدریسی وتعلیمی طریقہ کی بنیاد 'اسلامک آئیڈیالوجی' پر رکھی جائے گی، محض یہی نہیں بلکہ فلم اور میڈیا کو بھی لوگوں کا اس نہج پر نقطہ نظر بدلنے کے لئے استعمال میں لایا جائے گا۔'' (The State of Martial Rule, P.282)

معاشرے کو اسلامی نہج پر ڈھالنے کے لئے اس دور کی حکومت کے اقدامات کو ڈاکٹر عائشہ جلال جیسی سیکولر خاتون نے 'اسلامک سوشل انجینئرنگ' کا نام دیا ہے (صفحہ ۲۸۳)۔ وہ مختلف مثالیں دینے کے بعد اظہارِ خیال کرتی ہیں: ''یہ تمام مثالیں آزادی کے بعد چند ابتدائی سالوں سے متعلق ہیں، یہ وہ دور تھا جب پاکستان کے قائدین ریاست کو اسلامک سوشل آرڈر (اسلامی سماجی ضابطہ) کے حتمی ضامن کی حیثیت سے قائم کرنے کے متعلق بہت فکر مند تھے'' (صفحہ ۲۸۴)۔

اسلامی ریاست کا مفہوم لیاقت علی خان کے ذہن میں کیا تھا، بقول ڈاکٹر عائشہ جلال:

''لیاقت علی خان نے اس کی تشریح یوں کی کہ ریاست محض غیر جانبدار مبصر کا کردار ادا کرنے پر قانع نہیں ہوسکتی، بلکہ یہ سماجی ڈھانچہ تشکیل دینے میں مستعدی سے اپنا کردار ادا کرے گی تاکہ پاکستان کامل طور پر 'اسلام کی لیبارٹری' بن سکے۔'' (صفحہ ۲۸۵)

مارچ ۱۹۴۹ء میں جب دستور ساز اسمبلی نے قراردادِ مقاصد منظور کی تو اس کے بعد وزیراعظم نوابزادہ لیاقت علی خان نے جو تقریر کی وہ نظریۂ پاکستان کی تشریح کے متعلق ایک عظیم دستاویز کا درجہ رکھتی ہے۔ اس میں انہوں نے نظریۂ پاکستان کے خدوخال اور اس کے نفاذ کی حکمتِ عملی کو بے حد بلیغ انداز میں بیان کیا۔

اسی طرح جناب ابراہیم اسماعیل چندریگر نے ۱۸/اکتوبر ۱۹۵۷ء کو وزارتِ عظمیٰ کا حلف اٹھایا، اس تقریب کے دوران خطاب کرتے ہوئے انہوں نے منجملہ دیگر باتوں کے کہا:

''میری جماعت (مسلم لیگ) حکومت میں اس لئے داخل ہوئی ہے تاکہ آئیڈیالوجی آف پاکستان (نظریۂ پاکستان) کا تحفظ کرسکے جسے مخلوط انتخابات سے خطرات لاحق ہیں۔''

(Ref: "Pakistan Affairs, by Tariq Mahmood Dogar, P.178)

جنرل یحییٰ خان نے ۱۹۶۹ء میں 'لیگل فریم ورک آرڈر' متعارف کرایا، اس کے آرٹیکل ۲۰ کے الفاظ یہ ہیں:

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

"Islamic Ideology which in the basis for the creation of Pakistan shall be preserved." ''اسلامی نظریہ، جو تخلیق پاکستان کی بنیاد ہے، کا تحفظ کیا جائے گا''

راقم الحروف کی ریسرچ کے مطابق 'پاکستان آئیڈیالوجی' کی اصطلاح سب سے پہلے پاکستان کے لفظ کے خالق چوہدری رحمت علی (مرحوم) نے ۱۹۳۴ء میں استعمال کی تھی۔ ان کے اپنے الفاظ ہیں:

"The effect of Pak-Ideology on the myth of Indian unity has been devastating. It has destroyed the cult of uni-nationalism and uni-territorialism of India and created instead the creed of the multi-nationalism and multi-territorialism of "Dinia" (South Asia)

("Pakistan - The Father land of the Pak Nation. Ch. Rehmat Ali, P.205)

''ہندوستانی وحدت کے موہوم راز پر پاک آئیڈیالوجی کے بہت تباہ کن اثرات مرتب ہوئے۔ اس نے وحدانی علاقائیت، وحدانی قومیت کے عمومی تصور کو ختم کر دیا اور اس کی بجائے کثیر القومیت اور کثیری علاقائیت یعنی دینیہ (جنوبی ایشیا) کے تصور کو پروان چڑھایا۔''

راقم الحروف نے معمولی کاوش کے بعد اپنی لائبریری میں موجود کتب سے 'نظریہ پاکستان' کے متعلق اس قدر حوالہ جات ڈھونڈ نکالے ہیں۔ اس موضوع پر اگر صحیح معنوں میں تحقیق کی جائے، پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں ارکان کی تقاریر کے ریکارڈ کو کھنگالا جائے اور مختلف راہنماؤں کے بیانات اور حکومتی پالیسیوں کا مطالعہ کیا جائے، تو اس طرح کے سینکڑوں حوالہ جات مل سکتے ہیں۔ مگر متحدہ پاکستان کے دوسرے چیف جسٹس محمد منیر کا تجاہل عارفانہ ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

''میں نے یہ لفظ (آئیڈیالوجی) پہلی مرتبہ اس وقت سنا جب میں ۱۹۵۳ء میں پنجاب میں ہونے والے فسادات کی انکوائری کر رہا تھا اور میں نے باقاعدہ اس لفظ کو رپورٹ کو ان تین مطالبات کے حوالے سے درج کیا جو قرار دادِ مقاصد کی بنیاد پر احمدیوں کے خلاف کئے جا رہے تھے۔''

مندرجہ بالا سطور میں قائداعظمؒ کی تقریر کا اقتباس نقل کیا گیا ہے جس میں واضح طور پر 'مسلم آئیڈیالوجی' کے الفاظ مذکور ہیں مگر جسٹس منیر اور ان کے بعد دیگر سیکولر دانشور نہایت ہٹ دھرمی کے ساتھ یہ رٹ لگا رہے ہیں کہ قائداعظم نے تو آئیڈیالوجی کا لفظ کبھی استعمال نہیں کیا تھا۔ انصاف کے اتنے بڑے منصب پر فائز رہنے والے صاحب بھی اگر تاریخ لکھتے ہوئے انصاف سے کام نہ لیں تو پھر تاریخ کی بجائے تاریخ کا نوحہ رقم کرنا چاہئے۔ آج کل کے خانہ زاد دانش بازوں کو تو 'اسلام' کے لفظ سے سخت الرجی ہے مگر قائداعظمؒ کے سینکڑوں بیانات ایسے ہیں جس میں انہوں نے اسلام اور اسلام کے روشن اصولوں سے وابستگی کا اظہار کیا ہے۔ قائداعظمؒ کے علاوہ اس دور کے تمام قابل ذکر مسلم لیگ کے راہنماؤں کو بھی نظریۂ پاکستان کے متعلق انشراحِ صدر تھا، البتہ جسٹس منیر اور ان کے ہم خیال مذہب بیزار حضرات اپنے مخصوص تعصب کی بنیاد پر نظریۂ پاکستان کا انکار کرتے ہیں۔ اگر جسٹس منیر زندہ ہوتے تو ان سے دریافت کرنے کو جی چاہتا ہے کہ 'مسلم آئیڈیالوجی' کو اقوامِ عالم کے لئے قیمتی خزانہ کہنے والا محمد علی جناح 'سیکولر' (لادین) کیسے ہوسکتا ہے اور ایسے شخص کے ذہن میں پاکستان کا تصور بطورِ سیکولر ریاست کے کیونکر آ سکتا ہے۔

حال ہی میں انتقال کرنے والے دانشور صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی نے کیا خوبصورت بات کی ہے

www.KitaboSunnat.com

magazine.mohaddis.com

''اگر مسئلہ محض ایک 'سیکولر پاکستان' کا ہوتا جو اسلامی احکام وتعلیمات کا تجربہ گاہ نہ ہوتا تو پھر ایک بڑے 'سیکولر ہندوستان' کے ہوتے ہوئے ایک نسبتاً چھوٹے سیکولر ملک کی کیا ضرورت تھی؟ اگر سر پھوڑنا ہی مقدر ٹھہرا ہے تو پھر اے سنگدل! تیرا ہی سنگِ آستان کیوں ہو''۔ (کالم، قائداعظمؒ کیسا پاکستان چاہتے تھے؟ کتاب، قلم برداشتہ صفحہ ۳۰۳)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ پاکستانی حکمران بالخصوص ایوب خان جماعتِ اسلامی کو پسند نہیں کرتے تھے، ان کے دور میں جماعتِ اسلامی پر پابندی عائد رہی تو جماعت اور ان کے مفادات اور تصورات میں ہم آہنگی کس طرح پیدا ہوگئی۔ جب وہ دونوں متحارب اور مخالف تھے تو فکر میں یہ یکسانیت کیسی؟ پرویز ہود بھائی نے قادیانی اسلوب میں کی گئی اس شرانگیزی کا جواز کچھ نہیں بتایا۔ ایک معمولی سی عقل رکھنے والا شخص بھی اس قادیانی پراپیگنڈہ باز کے تجزیے کو نامعقول اور لغو قرار دے گا۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ جماعت اسلامی تو خلوصِ دل سے یہ سمجھتی تھی کہ قیام پاکستان کا مقصد اسلام کا نفاذ ہی ہے۔ ان کے نزدیک نظریۂ پاکستان کا دوسرا نام اسلام ہی ہے۔ مگر ایوب خان اور دیگر سیکولر حکمران جو پاکستان میں اسلام نافذ نہیں کرنا چاہتے تھے، وہ منافقت کا اظہار کر رہے تھے۔ کیونکہ وہ بخوبی سمجھتے تھے کہ پاکستانی عوام اسلام کے علاوہ کسی 'ازم' کو قبول نہیں کریں گے، اسی لئے وہ ان کو مطمئن کرنے کے لئے نظریۂ پاکستان کی بات کرتے تھے۔ اگر جماعت اور ان کے درمیان ہم آہنگی تھی تو اس کی وجہ ان دو متحارب فریقوں کے درمیان پرخلوص اشتراکِ فکر نہیں تھا جیسا کہ ہود بھائی بتانا چاہتے ہیں۔

۱۹۴۹ء میں جب مولانا مودودی جیل میں تھے اور حکومت کے زیر عتاب تھے۔ مگر حکومتِ وقت نے یہ ضروری سمجھا کہ قراردادِ مقاصد کا مسودہ مولانا مودودی کو جیل میں ضرور دکھایا جائے کیونکہ تمام اسلامی جماعتوں نے ان پر اعتماد کیا تھا۔ مولانا مودودی اور حکومت کے درمیان سیاسی اختلافات ضرور تھے۔ مگر اہل حکومت یہ بخوبی سمجھتے تھے کہ مولانا مودودی جو اسلامی نظام کے نفاذ کا جو مطالبہ کر رہے ہیں وہ محض جماعت اسلامی کا پیش کردہ نہیں ہے۔ اگر حکومت کو یہ یقین ہوتا کہ جماعت جو بات کر رہی ہے، اسے عوامی تائید حاصل نہیں ہے تو وہ جماعت کو نظر انداز کرنے کی پالیسی اپناتی۔ اہل اقتدار کو یقین تھا کہ جماعت اگرچہ قیام پاکستان کی جدوجہد میں مسلم لیگ کے شانہ بشانہ شامل نہیں تھی مگر قیامِ پاکستان کے بعد اسلامی دستور کا مطالبہ ایک عوامی مطالبہ تھا جس کو آگے لے کر جماعت تحریک چلا رہی تھی۔ اس مطالبے میں جماعتِ اسلامی کو دیگر دینی جماعتوں کے علاوہ مسلم لیگ کے اسلام پسند راہنماؤں کی ایک کثیر تعداد کی تائید وحمایت حاصل تھی۔ اس معاملے میں لیاقت علی خان اور محمد علی چوہدری بھی مولانا مودودی کے مطالبہ کو محض جماعتِ اسلامی کا مطالبہ نہیں سمجھتے تھے۔ اس بنیادی بات کو سیکولر دانش باز قطعی طور پر نظر انداز کر دیتے ہیں۔

اسلامی جمہوریہ پر اعتراض؟

سیکولر طبقہ نے پاکستان کے 'اسلامی' جمہوریہ ہونے کے تشخص کو صدقِ دل سے کبھی قبول نہیں کیا۔ گذشتہ ایک دو سالوں میں پاکستان میں سیکولرزم کی حمایت میں کچھ زیادہ ہی بے باکانہ بیانات کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے۔ اصغر خان، جو سیکولرزم کے عشق میں بہت دور نکل گئے ہیں، گذشتہ چند ماہ کے دوران کئی مرتبہ اپنے اخباری بیانات میں یہ مطالبہ کر چکے ہیں کہ پاکستان کے نام کے ساتھ 'اسلامی جمہوریہ' نہیں ہونا چاہئے۔ سیکولر نام نہاد

www.KitaboSunnat.com

magazine.mohaddis.com

انسانی حقوق کمیشن کے قادیانی ڈائریکٹر آئی اے رحمٰن اپنی تحریر وتقریر میں پاکستان کے نظریاتی تشخص کے خلاف مسلسل ہرزہ سرائی میں مصروف ہیں۔ سابق وفاقی وزیر اقبال حیدر جو عاصمہ جہانگیر کے ادارے 'دستک' کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کے رکن بھی ہیں، فروری میں ایک سیمینار میں بے حد زوردار انداز میں 'اسلامی جمہوریہ' کے خلاف تنقید کر چکے ہیں۔ سیکولر اور اشتراکی دانش بازوں کا جہاں بھی اکٹھ ہوتا ہے وہ اس ناروا مطالبہ کو ضرور دہراتے ہیں۔ پچھلے دنوں لاہور میں 'پنجابی عالمی کانفرنس' کے دوران لادین عناصر کا اجتماع ہوا جس میں انڈیا سے بھی کثیر تعداد میں مندوبین شریک ہوئے۔ اس کانفرنس میں ڈاکٹر مبارک علی نے اشتراکی پنچ لگائی کہ :

''قیامِ پاکستان کی تحریک اسلامی ملک کے حصول کے لئے نہیں بلکہ سیکولر ڈیموکریٹک پاکستان کے لئے تھی۔ پاکستان کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کہنا درست نہیں۔ ایوب خان کے دور تک یہ صرف جمہوریہ پاکستان تھا۔ نظریہ کے بارے میں سرکاری نقطہ نظر کا ازسرنو جائزہ لینا ہوگا اور برصغیر کی تقسیم کی ازسرنو جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں سیکولر ڈیموکریٹک سسٹم ہونا چاہئے۔''
(روزنامہ 'انصاف' ۱۴/اپریل ۲۰۰۱ء)

ڈاکٹر مبارک کی مذکورۃ الصدر نامبارک یاوہ گوئی ایک خود ساختہ مؤرخ کی تاریخ شکن حرکت ہے۔ تاریخ کے نام پر جھک مارنے والا یہ مصنف کل تک تو ساقط الاعتبار تھا مگر آج اسے سیکولر اشتراکی حلقوں میں کافی اعتبار حاصل ہوگیا ہے۔ سبط حسن اور علی عباس جلال پوری کے بعد اشتراکی میکدے میں جو قحط الرجال کی صورت پیدا ہوئی تھی، اس میں ڈاکٹر مبارک کو 'بلند مقام' حاصل کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ ڈاکٹر مبارک صاحب ۳۰ کے قریب کتابوں کے مصنف (یا مؤلف) ہیں، مگر ان کی تمام کتابیں تاریخ کی مارکسی تعبیر کے گرد گھومتی ہیں۔ مارکسی مؤرخین کا المیہ یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو روشن خیال اور غیر متعصب سمجھتے ہیں، مگر ان کی تصانیف تاریخ کی مادّی تعبیر اور مارکسی تعصب کے زیر اثر ہوتی ہیں۔ معروضیت اور غیر جانبداری کا ان کے ہاں گزر تک نہیں ہوتا۔ ان کی تاریخ کا مقصد مارکسی پراپیگنڈہ کو آگے بڑھانا ہوتا ہے۔

ڈاکٹر مبارک کتابوں کے علاوہ ایک سہ ماہی 'تاریخ' بھی نکالتے ہیں، اس میں بھی وہ تاریخ کا وہی حشر کرتے ہیں جو بالعموم ان کی کتابوں میں نظر آتا ہے۔ دیگر جذباتی، اشتراکی مؤرخین کی طرح ڈاکٹر مبارک کا مشن بھی یہی ہے کہ وہ برصغیر پاک و ہند کی تمام تاریخ کو ناقابل اعتبار ثابت کر سکے۔ اشتراکی مؤرخین قدیم تاریخ کے سرچشموں اور ذرائع کو کوئی اہمیت دینے کو تیار نہیں ہیں۔ ان کے خیال میں قدیم مؤرخین نے معروضی حقائق کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف وہ تاریخ لکھی جو استحصالی طبقے کے مفادات کی ترجمان تھی۔ وہ اس تاریخ کو 'جھوٹ کا پلندہ' قرار دیتے ہوئے مسترد کر دیتے ہیں اور بار بار اس ضرورت کا احساس دلاتے ہیں کہ تاریخ کو نئے سرے سے مرتب کیا جائے۔ مگر اشتراکی مؤرخین نے تاریخ نویسی کے جو 'روشن' اصول وضع کئے ہیں، ان کی 'شاندار' جھلک ڈاکٹر مبارک کے مندرجہ بالا بیان میں واضح طور پر دکھائی دیتی ہے۔ ڈاکٹر مبارک کے بیان کا تجزیہ کیا جائے تو درج ذیل باتیں سامنے آتی ہیں:

۱۔ ڈاکٹر مبارک نے بے حد دھڑلے سے اپنی 'دانشوری' تو جھاڑ دی ہے کہ قیامِ پاکستان کی تحریک سیکولر ڈیموکریٹک پاکستان کے لئے تھی مگر اس نے اپنے اس بے کار دعویٰ کے ثبوت کے لئے کوئی دلیل دینا مناسب نہیں سمجھا۔ آخر موصوف نے یہ نتیجہ کہاں سے اخذ کیا ہے؟ کیا محمد علی جناح، لیاقت علی خان، سردار عبدالربّ نشتر، خواجہ

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

ناظم الدین اور دیگر بانیانِ پاکستان کے کسی بیان یا تقریر سے انہوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے یا یہ ان کے ذرخیز ذہن کی کوئی اپنی درفنطنی ہے؟ قائداعظم کے سینکڑوں بیانات ہیں جن سے یہ ثابت کیا جاسکتا ہے کہ وہ اسلامی اصولوں پر مبنی جمہوری ریاست کا قیام چاہتے ہیں مگر ان کا ایک بھی بیان ایسا نہیں ہے جس میں انہوں نے کہا ہو کہ وہ مسلمانوں کے لئے 'سیکولر ڈیموکریٹک' ریاست قائم کرنا چاہتے ہیں۔اس طرح کی بے بنیاد بات اگر کوئی مولوی صاحب کریں تو ڈاکٹر مبارک جیسے روشن خیال اسے 'جاہل کٹھ ملا' کا نام دیتے ہیں مگر اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھنے کو تیار نہیں ہیں۔ مارکسٹوں نے تاریخ نویسی کا جو اسلوب متعارف کرایا ہے اس میں جھوٹ کو بھی 'قدر' کی حیثیت حاصل ہے۔ شاید اسی اصول کا عملی اطلاق ڈاکٹر مبارک نے اپنے مذکورہ بیان میں کیا ہے۔حیف ہے افسانے تراشنے اور بے پر کی اڑانے والا یہ شخص اپنے آپ کو 'مؤرخ' سمجھنے کے فسوں میں مبتلا ہے۔

۲۔ڈاکٹر مبارک کا یہ ارشاد بھی لغو ہے کہ نظریۂ پاکستان کے بارے میں جو کچھ کہا جاتا ہے وہ محض سرکاری نقطہ نظر ہے۔جس ملک کے زمانہ اول میں غلام محمد، سکندر مرزا، ایوب خان، یحییٰ خان اور ذوالفقار علی بھٹو جیسے سیکولر افراد حکومت کر چکے ہوں، وہاں کے آئین میں اگر کچھ اسلامی دفعات بھی شامل ہوگئی ہیں تو یہ محض نتیجہ ہے غیر سرکاری یعنی عوامی دباؤ کا۔ ایوب خان نے تو ۱۹۶۲ء کے آئین سے 'اسلامی جمہوریہ' کا لفظ ہی نکال دیا تھا مگر پاکستان کے محبِّ وطن اسلام پسند عوام کے دباؤ کے سامنے انہیں جھکنا پڑا۔ اگر یہ معاملہ ایوب خان یا مذکورہ بالا دیگر حکمرانوں کی پسند پر ہی منحصر ہوتا تو پاکستان کے آئین کا تشخص کبھی بھی اسلامی قرار نہ پاتا۔نظریۂ پاکستان اسلام کا دوسرا نام ہے اور اسلام پاکستان کے ۹۷ء۵ فیصد شہریوں کا مذہب ہے جس سے وہ والہانہ شیفتگی رکھتے ہیں۔اسے محض سرکاری نقطہ نظر قرار دینا پاکستان کے عوام کی عظیم اکثریت کے ایمان کی سنگین توہین کے مترادف ہے۔

۳۔ ڈاکٹر مبارک کے بارے میں یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ وہ پاکستان کی تاریخ کے اہم واقعات کے بارے میں بھی چٹا کورا ہے مگر جب وہ کہتا ہے کہ ''ایوب خان کے دور تک یہ صرف جمہوریہ پاکستان تھا'' تو ہمیں کہنا پڑتا ہے کہ یہ خانہ زاد مؤرخ تاریخی حقائق کو مسخ کرنے کے فن میں یدطولیٰ رکھتا ہے اور اس خوش فہمی میں مبتلا بھی ہے کہ اس کے طبع زاد جھوٹ کو عام آدمی محض اس بنا پر 'سچ' مان لے گا کیونکہ یہ صاحب 'مؤرخ' کہلاتے ہیں۔ ورنہ کون نہیں جانتا کہ ایوب خان سے پہلے یہ ملک 'اسلامی جمہوریہ' ہی تھا۔

۱۹۴۹ء میں جب قرارداد مقاصد منظور ہوئی، یہ ملک دستوری اعتبار سے آئینی ہوگیا تھا۔ ۱۹۵۶ء میں جب وزیراعظم محمد علی کی قیادت میں پاکستان کا پہلا دستور نافذ ہوا تو اس میں بھی 'اسلامی جمہوریہ پاکستان' ہی درج تھا۔ ۱۹۶۲ء میں جب ایوب خان نے اپنا وضع کردہ آئین متعارف کرایا تو اس میں سے 'اسلامی' کا لفظ حذف کردیا جس کے خلاف شدید احتجاج ہوا۔ چند ماہ کے اندر ہی آئین کی پہلی ترمیم کے ذریعے ایوب خان کو 'اسلامی' کا لفظ دوبارہ آئین میں شامل کرنا پڑا۔ ایوب خان کو عوامی ردّعمل کا اندازہ نہیں تھا۔اس کے بعد کسی بھی سیکولر حکمران کو پاکستان کے عوام کے جذبات سے کھیلنے کی جرأت نہ ہوئی۔ کس ڈھٹائی سے آج ڈاکٹر مبارک یہ بیان داغتا ہے کہ ایوب خان کے دور تک یہ صرف جمہوریہ تھا۔ پنجابی کانفرنس میں شریک کیا ایک بھی صاحبِ ضمیر 'روشن خیال' دانشور موجود نہیں تھا جو ڈاکٹر مبارک کی اس لغو حرکت کا نوٹس لیتا اور اسے اس کے جھوٹ پر متنبہ کرتا!!؟

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

میاں افتخار الدین کا تبصرہ

آج کے سیکولر دانشور 'اسلامی جمہوریہ' کے لفظ سے خار کھاتے ہیں، مگر میاں افتخار الدین جیسے اشتراکی رہنما نے قراردادِ مقاصد کی منظوری پر جو تقریر کی، وہ ملاحظہ کیجئے:

''اس قرارداد (مقاصد) پر جو اعتراضات کئے گئے ہیں، ان کا تعلق اس بیان سے ہے کہ طاقت کا سرچشمہ خدا کی ذات ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس طرح آئین کی نوعیت مذہبی ہوجاتی ہے۔ جنابِ عالی! میں کانگریس پارٹی کے ارکان کو یقین دلاتا ہوں کہ قرارداد کا ابتدائیہ اسے کسی طرح بھی مذہبی نہیں بنا دیتا۔ اس سے زیادہ مذہبی نہیں بناتا جتنے مذہبی دنیا کے جدید ملکوں کی وہ قراردادیں اور بیانات ہیں جن کا تعلق بنیادی اصولوں سے ہے۔

جنابِ عالی! بہت سے ملکوں کے دساتیر کی عبارت اگر بالکل ایسے ہی نہیں تو اس سے ملتے جلتے الفاظ سے شروع ہوتی ہے۔ آئرلینڈ ہی وہ تنہا ملک نہیں جس کے بارے میں میں جانتا ہوں، جس کا دستور اللہ تعالیٰ کے بارے میں کچھ انہی جیسے الفاظ سے شروع ہوتا ہے۔ برطانوی سلطنت کا تقریباً ہر ملک اپنا اقتدار بادشاہ کے توسل سے اللہ تعالیٰ سے حاصل کرتا ہے۔ ہمیشہ یہی کہا جاتا ہے: ''بادشاہ کے ذریعے، اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے'' وغیرہ وغیرہ۔ اگر سلطنتِ برطانیہ کی رعیت یا آئرش فری اسٹیٹ کے شہری، قرارداد کے ان الفاظ سے پریشان نہیں ہوتے تو کانگریس پارٹی کے ارکان کو بھی اس سے زیادہ پریشان نہیں ہونا چاہئے۔''

جمہوریت، آزادی، مساوات، رواداری اور سماجی انصاف کے اصولوں کے متعلق 'اسلام' اور 'اسلامی' کے الفاظ کے استعمال پر گفتگو کرتے ہوئے میاں افتخار الدین نے کہا:

''اگر ہم کسی لحاظ اور جھجک کے بغیر رومن لا، برٹش پارلیمانی نظام اور ایسی ہی دوسری اصطلاحات استعمال کرسکتے ہیں تو 'اسلامی' کی اصطلاح کیوں استعمال نہیں کرسکتے؟ لیکن ہمیں دنیا کو ایک اسلامی آئین دینا ہے۔ اگر ہم نے ایک صحیح اسلامی آئین دیا ہوتا جو ایک بہترین نظریے پر مبنی اور حقیقی جمہوریت کے حصول کا ذریعہ ہوتا تو میرا خیال ہے کہ ہم ایک عظیم کارنامہ سرانجام دیتے۔ تاہم اس موقع پر مجھے یہ کہنے کا حق ہے اور اس کے لئے میں کسی رکن کو یا اس ایوان کے کسی حصے کو الزام نہیں دوں گا بلکہ میں بھی ان میں شامل ہوں کہ ہم اپنا فرض ادا نہیں کررہے ہیں۔ ریاست کا اسلامی تصور غالباً اتنا ہی ترقی پسندانہ، اتنا ہی انقلابی، اتنا ہی جمہوری اور حرکت وعمل کے امکانات سے پر ہے، جتنا کسی اور ملک کا آئین یا نظریہ ہوسکتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اپنی عظیم ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے اس مرحلے میں بھی یہ ایوان قراردادِ مقاصد کے مسودے میں ان اصولوں کو شامل کرلے گا جو حقیقی جمہوریت کو ممکن بنائیں گے۔''

آج کے ہمارے اشتراکی دانشوروں کو علماء سے اگر خاص بغض ہے تو وہ اپنے ہی ہم خیال بزرگ اشتراکی کی رائے کا ہی احترام کریں۔

قدرت اللہ شہاب کی گواہی

صدر ایوب خان سیکولر میلان کے مالک تو تھے لیکن اسلام سے اس قدر بیزار بھی نہ تھے۔ ان کے دور میں پاکستان میں ترقی پسندوں اور اشتراکیوں کا بہت غلغلہ تھا۔ اس زمانے میں اسلام یا مذہب کی حمایت کرنے والوں کو

www.KitaboSunnat.com

magazine.mohaddis.com

بائیں بازو کے دانشور سخت طعن وتشنیع کا نشانہ بناتے تھے۔ جماعت اسلامی اور دیگر دینی جماعتیں زیر عتاب تھیں۔ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قدرت اللہ شہاب مرحوم کی شہادت ریکارڈ پر لائی جائے۔ انہوں نے شہاب نامہ میں تفصیل سے لکھا ہے کہ کس طرح ایوب خان کے برسراقتدار آتے ہی سرکاری خط وکتابت میں 'اسلامی جمہوریہ' کا ذکر غائب ہوگیا اور کس طرح انہیں دوبارہ ان الفاظ کو آئین میں شامل کرنا پڑا۔ شہاب نامہ میں وہ لکھتے ہیں:

''اس نئے دور میں کام شروع کرتے ہی میرے دل میں یہ بات کھٹکی کہ مارشل لا نافذ ہونے کے بعد اب تک جتنے سرکاری اعلانات، قوانین اور ریگولیشن جاری ہوئے ہیں، ان میں صرف حکومتِ پاکستان کا حوالہ دیا ہے، حکومتِ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا کہیں ذکر نہیں آیا۔ پہلے تو میں نے سوچا کہ شاید ڈرافٹنگ میں غلطی سے ایک آدھ بار یہ فروگذاشت ہوگئی ہوگی، لیکن جب ذرا تفصیل سے جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ جس تواتر سے یہ فروگذاشت دہرائی جارہی ہے وہ سہواً کم، التزاماً زیادہ محسوس ہوتی ہے۔ اس پر میں نے ایک مختصر سے نوٹ میں صدر ایوب کی خدمت میں تجویز پیش کی کہ اگر وہ اجازت دیں تو وزارتِ قانون اور مارشل لا ہیڈ کوارٹر کی توجہ اس صورت حال کی طرف دلائی جائے اور ان کو ہدایت کی جائے کہ جاری شدہ تمام اعلانات اور قوانین کی تصحیح کی جائے اور آئندہ کے لئے اس غلطی کو نہ دہرایا جائے۔ صدر ایوب صاحب کا قاعدہ تھا کہ وہ فائلیں اور دوسرے کاغذات روز کے روز نپٹا کر میرے پاس واپس بھیج دیا کرتے تھے لیکن معمول کے برعکس یہ نوٹ کئی روز تک میرے پاس نہ آیا۔ ۵ رنومبر کی شام کو میں اپنے دفتر میں بیٹھا دیر تک کام کررہا تھا۔ باہر ٹیرس پر صدر ایوب اپنے چند رفیقوں کے ساتھ کسی معاملے پر گرما گرم بحث کررہے تھے۔ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ بعد جب سب لوگ چلے گئے تو صدر میرے نوٹ کا پرچہ ہاتھ میں لئے میرے کمرے میں آئے۔ وہ غیر معمولی طور پر سنجیدہ تھے۔ آتے ہی انہوں نے میرا نوٹ میرے حوالے کیا اور کہا: ''تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ ڈرافٹنگ میں کسی نے کوئی غلطی نہیں کی بلکہ ہم نے سوچ سمجھ کر یہی طے کیا کہ اسلامک ری پبلک آف پاکستان سے 'اسلامک' کا لفظ نکال دیا جائے''۔

''یہ فیصلہ ہوچکا ہے یا ابھی کرنا ہے؟'' میں نے پوچھا۔ صدر ایوب نے کس قدر غصے سے مجھے گھورا اور سخت لہجے میں کہا: ''ہاں، ہاں فیصلہ ہوگیا ہے۔ کل صبح پہلی چیز مجھے ڈرافٹ ملنا چاہئے اور اس میں دیر نہ ہو''، شائد کہ وہ خدا حافظ کہے بغیر تیز تیز قدم کمرے سے نکل گئے۔ اگر مجھ میں ہمت ہوتی تو میں بھی ان کے پیچھے پیچھے بھاگتا اور انہیں روک کر پوچھتا کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان سے اسلامی کا لفظ حذف کرنے والے آپ کون ہوتے ہیں؟۔'' (صفحہ ۷۱۹، ۷۲۰)

اس کے بعد جناب قدرت اللہ شہاب نے جو سطور لکھی ہیں وہ فی الواقع سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہیں۔ مجھے تعجب ہوگا اگر کوئی ادیب آج بھی 'اسلامی جمہوریہ' کے دفاع میں اس سے زیادہ خوبصورت، پرتاثیر اور مؤثر انداز میں ایسی سطور لکھ سکے۔ مجھے تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے شہاب صاحب صرف میری ہی نہیں بلکہ اہل پاکستان کے جذبات کی ترجمانی کا فریضہ بھی انجام دے گئے ہیں۔ ڈاکٹر مبارک جیسے اشتراکی جو پاکستان کے آئین میں 'اسلامی' کا لفظ برداشت نہیں کرتے، کاش ان سطور میں بیان کردہ استدلال پر غور کرسکیں۔ شہاب موصوف کی وہ زندہ رہنے والی سطور ملاحظہ کیجئے:

''بڑے سوچ بچار کے بعد صبح کے قریب میں نے پریس ریلیز تو تیار نہ کیا بلکہ اس کی جگہ دو ڈھائی

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

صفحوں کا ایک نوٹ لکھا، جس کا لبِ لباب یہ تھا کہ پاکستان کو اسلام سے فرار ممکن نہیں۔ اس ملک کی تاریخ پرانی لیکن جغرافیہ نیا ہے۔ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان ریڈکلف لائن صرف اس وجہ سے کھینچی گئی تھی کہ ہم نے یہ خطہ ارضِ اسلام کے نام پر حاصل کیا تھا۔ اب اگر پاکستان سے اسلام کا نام الگ کردیا گیا تو حد بندی کی یہ لائن معدوم ہوجائے گی۔ ہم پاکستانی صرف اس وجہ سے بنے کہ ہم مسلمان تھے۔ اگر افغانستان، ایران، مصر، عراق اور ترکی اسلام کو خیر باد کہہ دیں تو پھر بھی وہ افغانی، ایرانی، مصری، عراقی اور ترک ہی رہتے ہیں لیکن ہم اسلام کے نام سے راہِ فرار اختیار کریں تو پاکستان کا الگ کوئی وجود قائم نہیں رہتا۔ اس لئے اسلام ہماری طبع نازک کو پسندِ خاطر ہو یا نہ ہو، اسلام ہماری طرزِ زندگی کو راس آئے یا نہ آئے، ذاتی طور پر ہم اسلام کی پابندی کرتے ہوں یا نہ کرتے ہوں، حقیقت بہرحال یہی ہے کہ اگر آخرت کے لئے نہیں تو اسی چند روزہ زندگی میں خودغرضی کے طور پر اپنے وطن کی سلامتی کے لئے ہمیں اسلام کا ڈھول اپنے گلے میں ڈال کر برسرِعام ڈنکے کی چوٹ پر بجانا ہی پڑے گا، خواہ اس کی دھمک ہمارے حسن سماعت پر کتنی ہی گراں کیوں نہ گزرے۔ جمہوریہ پاکستان کے ساتھ 'اسلامک' کا لفظ لگانے سے اگر کسی کا ذہن قرونِ وسطیٰ کی طرف جاتا ہے تو جانے دیں۔ دوسروں کی جہالت کی وجہ سے اپنے آپ کو احساسِ کمتری میں مبتلا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

دوسرے دن اس نوٹ کے حوالے سے شہاب صاحب ایوب خان سے اپنی ملاقات کا ذکر یوں کرتے ہیں:

''وہ میرے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئے اور میرے ہاتھ کا لکھا ہوا نوٹ پڑھنے لگے۔ چند سطریں پڑھ کر کچھ چونکے اور پھر از سرِ نو پڑھنے لگے۔ جب ختم کر چکے تو کچھ دیر خاموش بیٹھے رہے۔ پھر آہستہ سے بولے "Yes, Right you are" یہ فقرہ انہوں نے دوبار دہرایا اور پھر نوٹ ہاتھ میں لئے کمرے سے چلے گئے۔ اس کے بعد اس موضوع پر پھر کسی سے کبھی کوئی بات نہ کی۔ چند روز بعد میں کچھ فائلیں لے کر صدر ایوب کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اپنی ڈاک دیکھ رہے تھے۔ ایک خط پڑھ کر بولے: ''کچھ لوگ مجھے لکھتے ہیں، کچھ لوگ ملنے بھی آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دنیا بدل گئی ہے۔ اب ماڈرن ازم اور اسلام اکٹھے نہیں چل سکتے۔ میں ان سے کہتا ہوں:

''پاکستان کو اسلام سے فرار ممکن نہیں!'' "Pakistan has no escape from Islam"

اسلام اور پاکستان لازم وملزوم ہیں، پاکستان اگر جسم ہے تو اسلامی نظریہ اس کی روح ہے۔ پاکستان کی اصل شناخت اس کا اسلامی ہونا ہے۔ غلام محمد، سکندر مرزا، ایوب خان، یحییٰ خان وغیرہ جیسے غاصب سیکولر آمروں کو پاکستان کی اصل شناخت مٹانے میں کامیابی نہ ہو۔ آج اگر کسی دانشور کو علمائے دین سے کوئی بغض ہے، تو وہ ان سے اپنا حساب الگ سے چکائے۔ مولویوں کی آڑ میں اسلام یا پاکستان کے خلاف بدزبانی کو کروڑوں محبِّ وطن پاکستانی ہرگز برداشت نہیں کریں گے۔ اگر کوئی مغرب کی لادینی جمہوریت پر فریفتہ ہے اور وہاں کی مادر پدر آزادی کی حسرت میں مرا جارہا ہے، اسے چاہئے کہ کسی مغربی ملک میں اپنا ٹھکانہ تلاش کرے، یہ ملک دین، اسلام کی بنیاد پر بنا تھا یہاں لادینیت کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ دنیا کا کوئی بھی ملک بغیر 'نظریئے' کے وجود نہیں رکھتا۔ لبرل جمہوریت ایک نظریہ ہے، مارکسزم ایک نظریہ ہے، سیکولرزم ایک نظریہ ہے، دین اسلام ایک نظریہ ہی نہیں عظیم ترین خدائی نعمت اور الٰہیاتی نظام ہے۔ پاکستان اسلام کے نام پر ہی وجود میں آیا تھا اور ہمیشہ 'اسلامی' ہی رہے گا۔ (ان شاء اللہ) ہمارا یہ یقین کامل ہے کہ پاکستان کی بقا صرف 'اسلام' میں ہے!!

www.KitaboSunnat.com

محدث حاصل کرنے کا طریقہ

ہمارے بہت سے کرم فرما محدث کا باقاعدگی سے مطالعہ کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ اس کے حصول کے بارے میں اکثر استفسار کرتے رہتے ہیں..... درج ذیل طریقوں سے آپ ''محدث'' حاصل کر سکتے ہیں۔

☆ گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کے لئے آپ قریبی ڈاکخانہ میں جا کر مبلغ -/200 روپے کا منی آرڈر بنام ماہنامہ محدث، ۹۹۔ جے ماڈل ٹاؤن لاہور ارسال کریں۔ آپ کو پورا سال محدث باقاعدگی سے ملتا رہے گا۔ بیرون ملک محدث منگوانے کے لئے -/20 امریکی ڈالر بھجوا کر محدث حاصل کیا جاسکتا ہے۔

☆ اگر آپ کو ڈاک خانے کی فرصت نہیں تو محدث دفتر میں 5866396-5866476 پر ایک کال کر کے یا ایک خط لکھ کر محدث بذریعہ V.P حاصل کر سکتے ہیں۔ ڈاکیا آپ کے گھر V.P لے کر حاضر ہوگا اور -/210 روپے وصول کر کے ہم تک پہنچا گا اور آپ کو سال کے لئے محدث جاری کردی جائے گا۔

☆ پانچ عدد محدث (ایجنسی) لگوانے پر آپ کو 33 فیصد رعایت دی جائے گی، یعنی فی شمارہ -/20 روپے کی بجائے -/1340 روپے میں ملے گا۔ 50 سے زائد محدث حاصل کرنے پر 50 فیصد رعایت حاصل کریں۔

☆ جن حضرات کا سالانہ زرتعاون ختم ہو چکا ہے۔ پہلی فرصت میں تجدید کروالیں بصورت دیگر محدث کی ترسیل بند کی جاسکتی ہے۔

☆ خط و کتاب کرتے وقت لازمی طور پر خریداری نمبر کا حوالہ دیں۔ بصورت دیگر تفصیل میں تاخیر پر ادارہ ذمہ دار نہ ہوگا۔

☆ آپ کے حلقہ احباب میں اگر کوئی ذوق مطالعہ رکھتے ہوں، تو ان کے لئے محدث کا شمارہ بطور نمونہ خط یا ایک فون کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔

☆ محدث نہ ملنے پر فوری اطلاع دیں۔ تاکہ دوسری کاپی ارسال کی جاسکے۔

مینجر ماہنامہ ''محدث'' لاہور

magazine.mohaddis.com

اَخبار الجامعہ

مرزا عمران حیدر (ثالثہ کلیہ)

جامعہ لاہور الاسلامیہ کے ششماہی امتحان کے نتائج

انسان خود محنت کرے یا اس سے محنت کروائی جائے۔ دونوں صورتوں میں اس کی صلاحیتوں کو جلا ملتی ہے۔ ان صلاحیتوں کا نکھر کر سامنے آنا فرد، ادارے یا معاشرے کی ترقی وعروج کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ لیکن دوسری طرف انسان طبعی طور پر آرام پسند اور مشقت سے بچنے والا واقع ہوا ہے۔ اپنے اس طبعی میلان کو شوق کے ساتھ محنت کی طرف مائل کرنا ایک مشکل مرحلہ ہے

شوق ہو رہنما تو کوئی مشکل نہیں
پر بڑی مشکل سے شوق رہنما ہوتا ہے!

اسی شوق کو پیدا کرنے اور محنت کرنے کے جذبے کو ابھارنے کے لئے ہر قوم اپنے اَفراد میں تحریک پیدا کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتی ہے، تعلیم کے میدان میں امتحانات جہاں طلبہ کی تعلیم سے دلچسپی کے اظہار کا ذریعہ ہیں وہاں یہ طلبہ میں محنت کے قوی محرک بھی ہیں۔ چنانچہ مختلف طریقوں سے امتحان لینے کا نظام تعلیمی وتدریس اداروں میں جزوِ لاینفک کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔

اسی تناظر میں جامعہ لاہور الاسلامیہ نے بھی اپنے طلبا کے لئے نظام الامتحان مرتب کیا ہے جو سال میں دو امتحانوں پر مشتمل ہے۔ سالانہ امتحان شعبان کے اواخر میں اور ششماہی امتحان سال کے درمیان میں لیا جاتا ہے۔ امتحان تحریری اور زبانی ہر دو طرح سے لیا جاتا ہے۔ امتحان مکمل ہونے کے اگلے روز رزلٹ کا اعلان کیا جاتا ہے۔ امسال جامعہ کا ششماہی امتحان جون کے مہینے میں ہوا جس کے نتائج کے اعلان کے لئے ایک پروقار تقریب کا اہتمام کیا گیا۔

یہ تقریب ۱۴؍جون بروز جمعرات صبح ۹ بجے جامعہ کی مسجد میں منعقد ہوئی۔ مہمانِ خصوصی پروفیسر ڈاکٹر مزمل احسن شیخ تھے۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض مولانا شفیق مدنی نے انجام دیئے۔ انتظامیہ کے اراکین قاری ابراہیم میر محمدی، مولانا عبدالسلام ملتانی، حافظ حسن مدنی اور حافظ حمزہ مدنی بھی مجلس میں موجود تھے۔ ان کے علاوہ کلیہ الشریعہ، کلیہ القرآن اور تحفیظ القرآن کے دیگر اساتذہ بھی تشریف فرما تھے۔ تلاوتِ قرآن کریم کے بعد پروفیسر مزمل احسن شیخ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اس دنیا میں مسلمان کا ہر لمحہ امتحان ہے۔ آخرت میں اس امتحان کا رزلٹ آؤٹ ہوگا۔ اس میں پاس ہونے والوں کے لئے نعمتوں بھری جنت اور ناکام لوگوں کے لئے جہنم کا عذاب ہے۔ اور یہ قیامت کوئی دور نہیں ہے بلکہ نبی کریم نے

www.KitaboSunnat.com

magazine.mohaddis.com

فرمایا: من مات فقد قامت ساعته ''جوفوت ہوگیا، گویا اس کے لئے قیامت واقع ہوگئی۔''

اس امتحان کا نتیجہ ڈھکا چھپا نہ ہوگا بلکہ اللہ ساری دنیا کے سامنے اعلان فرمائیں گے: ﴿اِقْرَأْ كِتَابَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا﴾ موت اس امتحان کی پہلی سیڑھی ہے۔اسے یاد رکھیں اور اس امتحان کے لئے پوری طرح سے مستعد رہیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ لوگ خوش قسمت ہیں کہ العلماء ورثة الانبياء اور ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ کے مصداق ہیں۔آپ نے طلباء کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ اس علم پر سب سے پہلے خود عمل کریں۔اپنی اصلاح کی طرف پوری توجہ دیں۔نفاق سے بچیں۔قرآنِ حکیم کی کثرت سے تلاوت کریں۔فرصت کے اوقات میں اَسباق کا اعادہ کریں۔اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ تبلیغ کا کام کریں۔اپنے والدین اور بزرگوں کی خدمت کریں۔

ان کے بعد مدیر الجامعہ حافظ عبدالرحمٰن مدنی حفظہ اللہ سٹیج پر تشریف لائے اور اپنے خطاب میں حالاتِ حاضرہ پر روشنی ڈالتے ہوئے وقت کی ضرورت سے عہدہ برا ہونے کی طرف توجہ دلائی۔انہوں نے کہا کہ ہرادارہ اپنی خدمات کو لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے۔ایسا ضرور ہولیکن اس کا اظہار مثبت پیرائے میں ہونا چاہئے۔گذشتہ دنوں پشاور میں ایک کانفرنس 'دارالعلوم دیوبند کی ڈیڑھ سو سالہ خدمات' کے نام سے منعقد ہوئی جس میں اہلحدیثوں کے خلاف ہرزہ سرائی کی گئی۔انہیں 'لا مذہب' قرار دے کران کی خدمات کو نظرانداز کیا گیا اور ملی دھارے سے ان کو الگ قرار دینے کی سعیٔ نامشکور ہوئی۔نجی مجالس میں بھی ان کے خلاف زہر اُگلا گیا اور اہل حدیث کے خلاف پاکستان اور عرب ممالک میں فضا ہموار کرنے کی منصوبہ بندی کی گئی۔مولانا مدنی نے کہا کہ ہم اپنے ادارے میں اس قسم کا فرقہ وارانہ ذہن تو نہیں دیتے لیکن ان فکری مغالطوں کا جواب فکری طور پر دینا ہی پڑتا ہے۔کسی کو یہ زیب نہیں دیتا کہ ہماری زرّیں خدمات پر کیچڑ اُچھالتا پھرے اور امتِ مسلمہ کو فریب کے ذریعے ہم سے بدظن کرنے کے لئے کمربستہ ہو۔آپ نے طلبہ کو توجہ دلائی کہ اس طرح کے پروپیگنڈے پر مشتعل ہوکر جواب دینے کی بجائے ہمیں اپنی توجہ مثبت کام کی طرف مرکوز رکھنی چاہئے۔ہمیں ایسے فتنہ پردازوں کے مقابلے میں اسلام کی اس سے زیادہ نمایاں خدمت کرکے ان کا منہ بند کرنا چاہئے۔ ہماری دینی خدمات عامۃ المسلمین سے مخفی نہیں، اور ہماری مسلسل جہد وکاوش ان کے پراپیگنڈے کا خوبصورت توڑ ہے۔آپ طلبہ کو اپنی توجہ اپنی تعلیم پر مرکوز رکھنے اور اس فرصت کو مفید سے مفید تر بنانے کے لئے کوشش کرتے رہنا چاہئے۔

اس کے بعد آپ نے امتحان اور ذمہ داریوں کا تذکرہ کرتے ہوئے جامعہ کے مزید پروگراموں کے بارے میں بتایا۔آپ نے امتحانات کے بعد ثانوی کلاسوں کے طلبہ کے لئے ایک ماہ کی تعطیلاتِ گرما کا اعلان کرتے ہوئے، ان چھٹیوں میں جامعہ کے پیش نظر پروگراموں کا حاضرین کو تعارف کرایا

۱۔ دورۂ تدریبیہ، تین ہفتوں پر مشتمل اس دورے میں کلیہ کی کلاسوں کے طلباء کو اُصولِ تفسیر، اُصولِ

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

حدیث، اُصولِ فقہ، عقیدہ، تجوید، صرف اور نحو کے مضامین پر سینئر اساتذہ لیکچر دیں گے۔ (الحمد للہ یہ دورہ ۲۳ جون سے جاری ہو چکا ہے)

۲۔ اسلام آباد سے اساتذہ کا گروپ طرق التدریس کے حوالے سے خصوصی تربیت دے گا۔ جس میں اساتذہ کیلئے بھی خصوصی تربیت کا اہتمام کیا گیا ہے۔ (یہ گروپ بھی تربیت شروع کر چکا ہے)

۳۔ اس سال ستمبر کے مہینہ سے درجہ تخصص کی یک سالہ کلاس شروع ہو رہی ہے جس میں اساتذہ اور علماء کو تحقیق وتالیف کی اعلیٰ تعلیم دی جائے گی۔ اس مرحلہ کے طلبہ کے مالی مسائل سے نمٹنے کے لئے اس درجہ کے طلبہ کو معقول وظیفہ بھی دیا جائے گا۔ یہ کلاس صرف ۲۵ علماء پر مشتمل ہوگی جس میں داخلہ کے لئے جامعہ سے رابطہ کیا جائے۔

اس کے بعد مولانا شفیق احمد مدنی صاحب نے نتائج کا اعلان کیا اور ہر کلاس میں اوّل، دوم اور سوم آنے والے طلباء کو پروفیسر مزمل احسن شیخ کے دستِ مبارک سے انعامات دیئے گئے۔

جامعہ کے ششماہی امتحان کا رزلٹ حسبِ ذیل ہے:

رابعہ کلیہ		
عبدالرحمٰن عابد	79.62%	اول
کلیم اللہ	72.12%	دوم
محمد یٰسین	65.87%	سوم
ثالثہ کلیہ		
قاری محمد مصطفیٰ	85.5%	اول
مرزا عمران حیدر	78.71%	دوم
قاری وحید اقبال	60.5%	سوم
ثانیہ کلیہ		
محمد طیب	93.71%	اول
قاری اختر علی	91.11%	دوم
عبدالرؤف خان	89.62%	سوم
اولیٰ کلیہ		
قاری محمد رضوان	97.12%	اول
قاری محمد عرفان	91.05%	دوم
محمد ارشد	89.77%	سوم

رابعہ ثانوی		
قاری عبدالرؤف	96.66%	اول
قاری عبدالسلام	95.22%	دوم
محمد ارشد	86.22%	سوم
ثالثہ ثانوی		
قاری فہد اللہ	90.37%	اول
نعیم الرحمٰن	88.88%	دوم
قاری محمد علی	84.12%	سوم
ثانیہ ثانوی		
قاری عبدالرحمٰن	98.33%	اول
ابوبکر سعید	96.22%	دوم
قاری مزمل محمدی	95.22%	سوم
اولیٰ ثانوی		
حافظ ظہیر احمد خان	99.77%	اول
حافظ کلیم اللہ فاروقی	99.30%	دوم
حافظ عبداللہ شہزاد	99.11%	سوم

تقریب کا اختتام مولانا عبدالسلام ملتانی صاحب کی پرسوز دعا پر ہوا۔

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

CPL No. 177 Vol: 33 No: 7

MONTHLY
MUHADDIS
LAHORE

❑ عناد اور تعصب قوم کے لیے زہر ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں...... لیکن تعصبات سے بالاتر رہ کر اِفہام وتفہیم اُمت کے لیے رحمت کا باعث ہے۔

❑ علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں...... لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

❑ غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے...... لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

❑ تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین ومسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

❑ آئین وسیاست سے بیگانہ ہو کر عبادت کے لیے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے...... لیکن
ع جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

❑ جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے...... لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

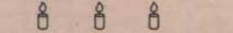

...... اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

محدث

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات ومحاسن سے مزین پائیں گے، ان شاء اللہ!
کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

فی شمارہ: ۲۰ روپے زرِسالانہ: ۲۰۰ روپے

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL
99-J, Model Town, Lahore-54700. Phones: 5866476, 5866396